بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہنامہ

انوار مدینہ

جلد : ۱۶ | رجب المرجب ۱۴۲۹ھ / جولائی ۲۰۰۸ء | شمارہ : ۷

سیّد محمود میاں
مدیر اعلیٰ

سیّد مسعود میاں
نائب مدیر

بدلِ اشتراک

پاکستان فی پرچہ ۱۷ روپے ... سالانہ ۲۰۰ روپے
سعودی عرب، متحدہ عرب امارات... سالانہ ۷۵ ریال
بھارت، بنگلہ دیش .... سالانہ ۲۰ امریکی ڈالر
برطانیہ، افریقہ.................. سالانہ ۲۰ ڈالر
امریکہ .... سالانہ ۲۵ ڈالر

جامعہ مدنیہ جدید کا ای میل ایڈریس
E-mail: jmj786_56@hotmail.com
fatwa_abdulwahid1@hotmail.com

ترسیلِ زر و رابطہ کے لیے

دفتر ''انوارِ مدینہ'' جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور
اکاؤنٹ نمبر انوارِ مدینہ MCB (0954) 7914-2

فون نمبرات

جامعہ مدنیہ جدید : 5330311 - 42 - 092
خانقاہ حامدیہ : 5330310 - 42 - 092
فون/فیکس : 7703662 - 42 - 092
رہائش ''بیت الحمد'' : 7726702 - 42 - 092
موبائل : 4249301 - 333 - 092

مولانا سیّد رشید میاں صاحب طابع و ناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر
دفتر ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور سے شائع کیا

اس شمارے میں

حرفِ آغاز		۳
درسِ حدیث	حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ	۵
ختم بخاری شریف		۱۲
ملفوظات شیخ الاسلامؒ	حضرت مولانا ابوالحسن صاحب بارہ بنکویؒ	۱۳
حضرت عائشہؓ کی عمر اور حکیم نیاز احمد کا مغالطہ	حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ	۱۶
عورتوں کے رُوحانی امراض	حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ	۲۲
حضرت اُم کلثوم رضی اللہ عنہا کے مناقب	حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحبؒ	۲۴
کمپنیوں کی محدود ذمّہ داری کی شرعی حیثیت	حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب	۲۷
گلدستۂ احادیث	حضرت مولانا نعیم الدین صاحب	۴۷
ماہ رجب کے فضائل واحکام	حضرت مولانا مفتی محمد رضوان صاحب	۵۰
دینی مسائل		۶۰
اخبار الجامعہ		۶۲

جامعہ مدنیہ جدید اور خانقاہِ حامدیہ کے لیے نیا V فون نمبر

V فون : 042 - 6152120

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ آغاز

سیّد محمود میاں

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم امابعد!

ایک نوجوان جو کافی عرصہ سے میرے پاس آتا جاتا رہتا ہے اور مجھ سے تعلق اور محبت بھی رکھتا ہے کسی ٹریول ایجنسی میں ملازم بھی تھا گزشتہ ماہ ایک دن مجھ سے ملنے آیا حال احوال کے بعد میں نے پوچھا کہ آج کل کیا کر رہے ہو؟ کہنے لگا کہ ''رکشہ چلا رہا ہوں'' پھر کہنے لگا کہ ''بیوی بچے ہیں پوری نہیں پڑتی اس لیے بھی اور ایجنسی والے کام بہت لیتے ہیں پیسے تھوڑے دیتے ہیں ملازمت سے فارغ کرنے کی دھمکیاں اِس پر مزید ہوتی ہیں اِدھر مکان بھی کرایہ کا ہے'' پھر کہنے لگا کہ ''گزشتہ دنوں میں اپنا گردہ بیچنے کی بھی کوشش کرتا رہا'' اِس دفعہ وہ مجھ سے کافی دنوں بعد ملنے آیا تھا میں نے پوچھا کہ ایسے کون سے حالات آگئے جس کی وجہ سے تم اِس انتہائی خطرناک قدم اُٹھانے پر مجبور ہو گئے؟ کچھ جھجک کر کہنے لگا ''گھر کی واجبی ضرورتیں پوری کرنے کے لیے بینک سے قرض لینا پڑ گیا۔ اب صورتِ حال یہ ہے کہ قرض بڑھ کر دو لاکھ کے قریب ہو گیا ہے اور آئے دن بینک والے یا پولیس والے گھر پر آکر پریشان کرتے ہیں گھر سے وحشت سی ہونے لگی ہے زندہ رہنے کو دل نہیں چاہتا مگر بیوی اور بچوں کی وجہ سے جی رہا ہوں بیوی بھی بیمار رہنے لگی ہے .... اس لیے یہی سوچا کہ گردہ بیچ کر کچھ کام چلاؤں۔ اِسی اثنا میں ایک صاحب سے میں نے اپنا اِرادہ ظاہر کیا تو اُنہوں نے مجھے اِس کام سے باز رہنے کا مشورہ دیا کچھ حوصلہ بھی دِلایا اور کہا کہ ایسا نہ کرو اگر مجھے تمہارے بارے میں کوئی قابل

اعتبار شخص اطمینان دلائے تو میں تمہارے قرض کے لیے کچھ کرتا ہوں تا کہ تمہیں بینک کے سودی قرض سے نجات مل جائے''۔ یہ نوجوان کہنے لگا کہ میں نے کچھ حضرات کا نام لیا اور اُن میں آپ کا ذکر کیا تو وہ آپ لوگوں کو جانتے تھے۔ وہ کہنے لگے اگر یہ تمہارے بارے میں تسلی کرا دیں تو ٹھیک ہے اِس لیے بھی میں آپ کے پاس آیا ہوں۔ میں نے کہا کہ ٹھیک ہے تم اُن سے میری بات کرا دینا وہ نوجوان مجھ سے رُخصت ہو کر چلا گیا کچھ دیر بعد اُس نوجوان نے میری بات اُن صاحب سے کرادی، میں نے اُن کو اطمینان دلایا اور اِس کارِ خیر پر بہت بڑے اَجر وثواب کی اُمید دلائی، خدا کرے کہ یہ عمل مکمل ہو جائے اور یہ نوجوان سودی قرض کے بوجھ سے آزاد ہو جائے۔

یہ تو ایک نوجوان کا واقعہ ہے لیکن ہمارے ملک میں ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں افراد بے روزگاری سے تنگ آ کر حکومت اور بینکوں کی دِلفریب پیشکشوں کے جھانسے میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور پہلے سے بھی زیادہ سنگین صورتِ حال سے دوچار ہو جاتے ہیں۔ ملک میں رائج سرمایہ دارانہ نظام اِنہیں معاشی طور پر پنپنے نہیں دیتا اور تمام عمر وہ سسک سسک کر گزار دیتے ہیں اور ہر آنے والا دن اُن پر پچھلے دن سے زیادہ بھاری ہوتا ہے، بالآخر جب وہ بالکل لاچار ہو جاتے ہیں تو خود دُشمنی پر اُتر آتے ہیں اپنا قتل کر ڈالتے ہیں یا اپنے اعضاء کا قتل کر ڈالتے ہیں۔

خود کُشی اور اعضاء کُشی کے واقعات ہمارے ملک میں دن بدن بڑھتے ہی چلے جارہے ہیں، اعضاء کُشی اور اعضاء فروشی ایک کاروبار کی شکل اختیار کرتا چلا جارہا ہے اور دُوسری طرف ملک کا بااَثر طبقہ کروڑوں اور اَربوں روپوں کے قرضے معاف کرا رہا ہے۔ ملک میں تقسیمِ دولت کی بے انصافی اگر اِسی طرح بے لگام ہوتی رہی تو وہ دن دُور نہیں کہ طبقاتی نفرت ایک خطرناک طوفان کی شکل اختیار کر جائے اور اِس کا رُخ مراعات یافتہ طبقہ کی طرف ہو کر سب کچھ بہا لے جائے۔ اِس صورتِ حال سے بچنے کا واحد راستہ اسلام کا عادلانہ اور غیر سودی نظامِ معیشت ہے جس کو اپنا کر ہی سرمایہ کی گردش کی رفتار بھی بڑھائی جاسکتی ہے اور ہر طبقہ کو اُس کی منصفانہ تقسیم سے حصہ بھی دِلایا جاسکتا ہے۔ وما علینا الا البلاغ

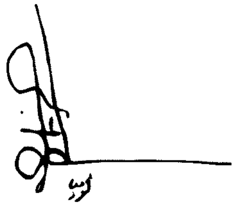

مولای صل وسلم دائما ابدا

درسِ حدیث

علی حبیبک خیر الخلق کلهم

حضرتِ اقدس پیرومرشد مولانا سید حامد میاں صاحبؒ کے مجلسِ ذکر کے بعد درسِ حدیث کا سلسلہ وار بیان ''خانقاہِ حامدیہ چشتیہ'' رائیونڈ روڈ لاہور کے زیرِ انتظام ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' کے ذریعہ ہر ماہ حضرت اقدسؒ کے مریدین اور عام مسلمانوں تک باقاعدہ پہنچایا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت اقدسؒ کے اِس فیض کو تاقیامت جاری ومقبول فرمائے۔(آمین)

بدر اور حدیبیہ والے جہنم میں نہیں جائیں گے ۔ ''موت پر بیعت'' کا مطلب ہر کام اللہ کے فیصلے کے مطابق ہوتا ہے ۔ اللہ کے محبوب بندوں کا حال شیطان اِنسان پر زبردستی نہیں کرتا

﴿ تخریج وتزئین : مولانا سیّد محمود میاں صاحب ﴾

(کیسٹ نمبر 56 سائیڈ A 1986 - 02 - 28)

الحمد للّٰہ رب العالمین و الصلٰوۃ والسلام علٰی خیر خلقه سیدنا و مولانا محمد وآله واصحابه اجمعین امابعد !

حضرتِ حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کرتی ہیں کہ جنابِ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اَنْ لَّا یَدْخُلَ النَّارَ اِنْشَاءَ اللّٰہُ اَحَدٌ شَھِدَ بَدْرًا وَّالْحُدَیْبِیَّةَ مجھے یہ اُمید ہے کہ آگ میں نہیں جائے گا کوئی بھی ایسا آدمی کہ جو بدر میں شہید ہوا ہو اور حدیبیہ میں شریک ہوا ہو۔ حدیبیہ میں صحابۂ کرامؓ عمرے کی نیت سے سے اِحرام باندھ کر گئے تھے رسول اللہ ﷺ بھی اِحرام میں تھے تو لڑائی تو نہیں ہوئی لیکن ایسا ماحول پیدا ہوگیا تھا کہ لڑائی ہونے ہی والی ہوگئی بس ہوتے ہوتے بچ گئی اور صلح نامہ لکھ لیا گیا بجائے لڑائی کے، وہ ''حدیبیہ'' کہلاتا ہے۔ رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے جب یہ خوش خبری دی کہ مجھے یہ اُمید ہے کہ اہلِ بدر اور اہلِ حدیبیہ میں سے کوئی بھی آگ میں نہیں داخل ہوگا جہنم میں نہیں جائے گا۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا اشکال اور آپ ﷺ کی طرف سے جواب :

تو میں نے عرض کیا کہ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اَلَیْسَ قَدْ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی : وَاِنْ مِّنْکُمْ اِلَّا وَارِدُھَا تم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے کہ جو جہنم سے نہ گزرے جہنم کے پاس نہ پہنچے تو سب کے سب گزریں گے مگر جناب یہ فرما رہے ہیں کہ اِن میں سے کوئی بھی نہیں جائے گا آگ میں تو اِن دونوں کا جوڑ کیسے ہوا؟ قرآنِ پاک میں یہ ہے اور جناب یہ اِرشاد فرما رہے ہیں تو جنابِ رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا کہ فَلَمْ تَسْمَعِیْہِ یَقُوْلُ کیا تم نے یہ نہیں سُنا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے ثُمَّ نُنَجِّی الَّذِیْنَ اتَّقَوْا[۱] پھر ہم اہلِ تقوٰی کو اُس سے بچالیں گے وَنَذَرُ الظّٰلِمِیْنَ فِیْھَا جِثِیًّا اور اُس میں ہم ظالموں کو ٹھہرا ہوا چھوڑ دیں گے بیٹھا ہوا چھوڑ دیں گے اُس میں ہی رہنے دیں گے، تو یہ ٹھیک ہے کہ جہنم کا منظر دیکھیں گے تو سب، اور پُل کا ذکر آتا ہے وہ بھی وہی ہے کہ اُوپر سے گزریں گے تو دیکھیں گے بھی وَاِنْ مِّنْکُمْ اِلَّا وَارِدُھَا کوئی بھی ایسا نہیں ہے جو اُس کے اُوپر سے نہ گزرے، گزریں گے ضرور لیکن جو ایمان والے ہیں وہ بچ جائیں گے دُوسرے جو ہیں وہ گر جائیں گے اَلعیاذ باللہ۔

اور اُس میں تو ایسے معلوم ہوتا ہے کہ جیسے آگ جو ہے وہ کھینچنے والی ہے وہاں کی اور کَلَالِیْبُ بھی آتا ہے کَلَالِیْبُ کَلُّوْبُ کانٹا مِثْلَ شَوْکِ السَّعْدَان ۔ سعدان وہاں ایک پودا ہے اُس کے کانٹے ہوتے ہیں رسولِ کریم علیہ الصلٰوۃ والتسلیم نے اُن کانٹوں کی مثال دی ہے جیسے سعدان کے کانٹے ہوتے ہیں اِس قسم کے وہ کانٹے ہیں .... وہ کتنے بڑے ہیں؟ وہ اللہ ہی جان سکتا ہے۔ تو وہ کانٹا بہت بڑا ہوگا اور سارے اوّلین اور آخرین جمع ہوں گے تعداد بھی تھوڑی نہ ہوگی جتنے پیدا ہوئے اور جتنے قیامت تک آنے والے ہیں سب جمع ہوں گے یکجا ہوں گے ایک ہی زمین پر ہوں گے تو یہ آتا ہے حدیث شریف میں کہ وہ کھینچ لیں گے، وہ کانٹے جو ہیں وہ کھینچنے کا کام دیں گے۔ اور یہ بھی آتا ہے کہ کوئی تو ایسے ہے کہ جو یُخَرْدَلُ ایسے پس جائے گا جیسے رائی کے دانے ہوتے ہیں ایسے ہو جائے گا فَیُوْبَقُ بِعَمَلِہٖ اپنے عمل کی وجہ سے ہلاکت میں پڑ جائے گا اُس کو ہلاکت میں ڈال دیا جائے گا اَوکما قال علیہ السلام۔

---

[۱] مشکوۃ شریف ص ۵۷۸

جہنم کی آگ کا مقناطیسی اَثر :

تو گناہ جس کے ہوں گے تو جہنم کی آگ کی ایسی کشش ہے کہ وہ کھینچ لے گی جیسے مقناطیس جہاں بھی لوہا ہو وہ اُسے اپنی طرف کھینچ لیتا ہے اِسی طریقے پر گناہوں کی یہ تاثیر ہے کہ اِن کو جہنم کھینچ لیتی ہے اپنی طرف، وہاں بھی یہی صورت ہوگی کہ وہ اپنی طرف کھینچ لے گا، کانٹوں سے کھینچ لے خود بخود کھینچ لے جس طرح بھی ہو، باقی جس میں وہ بات نہ ہوگی اُس پر اُس کی کشش اَثر نہیں کرے گی۔ رفتار مختلف ہوگی گزرنے والوں کی، کوئی ایسے جیسے بجلی چمکتی ہے بس اِس طرح سے وہ پار چلا جائے گا بہت تیز رفتار ہوگی، کسی کی کم کسی کی اَور کم، قسم قسم کی رفتاریں ہوں گی تو گزریں گے سب وہاں سے، اللہ نے اپنے اُوپر اِس کو لازم فرمالیا ہے کہ یہ گزرنا فیصلہ شدہ ہے یہ ہو کر رہے گا کَانَ عَلٰی رَبِّکَ حَتْمًا مَّقْضِیًّا ۔

اللہ تعالیٰ کے علم اور فیصلہ کے خلاف نہیں ہوسکتا :

اللہ تعالیٰ کے یہاں جو چیزیں ہونی ہیں جن کی خبر دی گئی ہے اُن میں تخلف نہیں ہے یہ نہیں ہے کہ شاید ہوں شاید نہ ہوں بلکہ وہ ہونی ہی ہونی ہیں قیامت آنی ہی آنی ہے یہ معاملات پیش آنے ہی آنے ہیں۔ تو اِن معاملات کے بارے میں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرمالیا ہے کہ ایسے ہوں گے وہ تو ایسے ہیں جیسے ہو چکے ہیں جیسے کوئی چیز ہو چکتی ہے اُس کو کہا جاتا ہے کہ یہ ہو چکی ہے گزر چکی ہے یہ بات اُس میں کوئی ردّ و بدل پھر نہیں کرسکتا کیونکہ وہ وقت گزر گیا وہ ساری چیزیں گزر گئیں جو ہونا تھا ہو چکا ہے اُسے کوئی تبدیل نہیں کرسکتا اِسی طرح اللہ کے یہاں جو آگے کو ہونا ہے اِسی طرح ہے بالکل جیسے کہ ہو چکا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے قیامت کے بعض واقعات ایسے ذکر کیے ہیں جیسے کہ ہو چکے ہیں حالانکہ وہ ہوئے نہیں، ہوں گے اُس دن، مگر یہ یقین کی کیفیت تھی کہ جیسے کہ اَب سامنے ہو رہے ہیں یا جیسے کہ ہو چکے ہیں تو حق تعالیٰ کے یہاں کسی بھی چیز میں نہ جلدی ہے نہ عُجلت ہے نہ گھبراہٹ ہے بالکل اطمینان سے وہ سب چیزیں چل رہی ہیں جب جس چیز کا وقت ہے وہ اُس وقت ہو رہی ہے ہوگی لازمًا ہوگی اُس میں کوئی چیز تبدیل نہیں ہوسکتی کَانَ عَلٰی رَبِّکَ حَتْمًا مَّقْضِیًّا قرآنِ پاک میں اَور بھی ہے جگہ جگہ وَعْدًا مَّفْعُوْلًا وعدہ ہے ایسا جیسا کہ گزر چکا کام، وہ ہو بھی چکا ایسا وعدہ ہے اِس طرح کی چیزیں بھی ہیں۔ تو حق تعالیٰ کے اعتبار سے اگر دیکھا جائے تو جو چیزیں پیش آنے والی ہیں وہ ایسے ہیں جیسے بندوں کے اعتبار سے وہ چیزیں ہوتی ہیں جو گزر چکتی ہیں بندوں

کے سامنے وہ چیزیں آ چکتی ہیں تو ہوتا ہے، اور اللہ کے اعتبار سے وہ جو آنے والی ہیں وہ بھی ایسی ہی ہیں جیسا کہ ہو چکیں۔

یہاں یہ فضیلت آئی ہے اُن صحابہ ٔ کرامؓ کی جنہوں نے اہم موقع پر اہم کام انجام دِیے اہم موقع پر کوئی کوتاہی نہیں دکھائی اُن صحابہ ٔ کرام کی بڑی فضیلتیں آئی ہیں۔ اہلِ بدر نے کوئی کوتاہی نہیں دکھائی اور اہلِ حدیبیہ پر نازک موقع تھا مدینہ طیبہ سے بہت فاصلہ تھا کوئی سپلائی وغیرہ کا سلسلہ ایسا نہیں تھا مکہ مکرمہ کفار کا گھر تھا اور گڑھ تھا وہاں صحابہ ٔ کرامؓ جمے ہیں۔

''موت پر بیعت'' اور اُس کا مطلب :

اور کوئی کوئی صحابی یہ بھی کہتے ہیں جب اُن سے پوچھا گیا کہ بیعت جو کی تھی تم نے رسول اللہ ﷺ کے دستِ مبارک پر تو وہ کیا تھی؟ تو وہ کہتے ہیں کہ ''موت پر بیعت'' کی تھی۔ اَب ''موت پر بیعت'' کرنے کا مطلب یہی ہے کہ ہم جمیں گے پیچھے نہیں ہٹیں گے چاہے مارے جائیں یہ مطلب تو نہیں کہ ضرور مارے ہی جائیں گے۔ ''موت پر بیعت'' کا مطلب یہ ہے کہ بالکل پیچھے ہٹیں گے نہیں موت عزیز ہے بہ نسبت پیچھے ہٹنے کے، بہ نسبت جناب کا ساتھ نہ دینے کے موت عزیز ہے، جناب کا ساتھ ہم ہر حال میں دیں گے چاہے موت آجائے اور بالکل تیار تھے اور قوتِ ایمانی سے وہ بھرے ہوئے تھے وہ کہتے تھے کہ ہم تو اَبھی منٹوں میں اِنہیں ختم کیے دیتے ہیں اِس طرح کا اُن کا جوش اور جذبہ تھا۔

تو رسولِ کریم علیہ الصلٰوۃ والتسلیم نے بیعت لی وہاں اور اُنہوں نے خوشی خوشی بیعت کی تو یہ قوتِ ایمانی اور یہ کیفیت ہے تو سب خدا کی عطا۔

سب کام اللہ کرتا ہے مگر اسکا احسان ہے کہ وہ ان کو بندوں کی طرف منسوب فرماتا ہے :

لیکن اللہ تعالیٰ کا یہ احسان ہے کہ وہ اِنسانوں کی طرف منسوب کر دیتے ہیں کہ تم نے یہ کام کیا حالانکہ وہ کام انسان نہیں کرتا بلکہ توفیق ہوتی ہے خدا کی طرف سے پھر وہ کرتا ہے تو حقیقتاً تو سب اُسی کا فضل ہوتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کا دُوسرا فضل یہ ہوتا ہے کہ نسبت بندوں کی طرف کر دیتے ہیں کہ تم نے یہ کام کیا ہے تو لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ تو آپ سے درخت کے نیچے وہ بیعت کررہے تھے فَعَلِمَ مَافِیْ قُلُوْبِھِمْ اللہ تعالیٰ نے آزمائش سے گزار دیا اُس کیفیت کو جو اُن کے دلوں میں تھی

فَاَنْزَلَ السَّکِیْنَۃَ عَلَیْہِمْ اُن پر ایک سکون کی کیفیت بھی اللہ نے نازل فرمادی وَاَثَابَھُمْ فَتْحًا قَرِیْبًا اور اُن کو بدلے میں دی عنقریب جو فتح ہوگی وہ۔

تو صحابۂ کرامؓ نے اُس وقت جس قوتِ ایمانی کا اَور جاں فشانی کا جاں نثاری کا مظاہرہ کیا وہ اللہ کو پسند آیا اور جو چیز اللہ کو پسند آجائے وہ قبول ہوجاتی ہے اور قبول ہونے کا مطلب رحمت کا متوجہ ہونا بھی ہے تو اُس طرف رحمت متوجہ ہوجاتی ہے۔

اللہ کے پسندیدہ بندوں کا حال :

ایسے بندے کہ جن کی طرف رحمتِ خداوندی متوجہ ہوجائے اُن کا حال یہ ہوتا ہے کہ پھر گناہوں سے ہٹتے چلے جاتے ہیں آہستہ آہستہ ہر اَگلا دِن جو ہوگا وہ اُن کے لیے ایسے ہوگا کہ گناہوں سے وہ ہٹتے جائیں گے، طبیعت پھر نیکی کی طرف چل پڑتی ہے یہ علامت ہے اِس چیز کی کہ اللہ کی اِس پر رحمت کی تجلی ہوئی ہے نظر رحمت ہوئی ہے قبولیت حاصل ہوئی ہے اِس کو، اَب ہر اَگلا دن اُس کے لیے ایمانی اعتبار سے اِسلام کے اعتبار سے ہر پچھلے دن کی بہ نسبت بہتر ہوتا ہے۔

ایک بشارت اور اُس کا مطلب :

اور یہ جو کہا گیا (بعض صحابہؓ کے بارے میں) کہ جو چاہو کرو میں نے معاف کردیا وغیرہ وہ کلمات سب اِسی بات کی دلیل ہیں کہ وہ ایسا کام کریں گے ہی نہیں ''جو چاہو'' کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کے دلوں سے برائی کی قوت کم کردی جب بُرائی کی قوت کم ہوگئی تو پھر جو چاہیں کریں وہ ہوگا ہی نہیں اُن سے بُرائی ہوگی ہی نہیں ایسی، صادر ہی نہیں ہوگا کام بُرا۔

یہاں اِرشاد فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ ایک اَور روایت میں بھی آتا ہے لَا یَدْخُلُ النَّارَ اِنْشَاءَ اللّٰہُ مِنْ اَصْحَابِ الشَّجَرَۃِ اَحَدٌ اَصحابِ شجرہ میں سے کوئی بھی نہیں داخل ہوگا آگ میں اَلَّذِیْنَ بَایَعُوْا تَحْتَھَا جو اِس درخت کے نیچے بیعت ہوئے ہیں تو آپ نے اِرشاد فرمایا اَنْتُمُ الْیَوْمَ خَیْرُ اَھْلِ الْاَرْضِ آج تم رُوئے زمین کے بہترین لوگ ہو سب سے بہتر لوگ تم ہو۔ یہ اُس دن بشارت دی تھی۔

اور اِسی طریقے پر ایک بدنصیب کا ذکر بھی آتا ہے اور اُس سے کہا لوگوں نے کہ چلو تم بیعت ہوجاؤ وہ پیچھے چھپ گیا، نہیں بیعت ہوا۔ اُس سے کہا رسول اللہ ﷺ تمہارے لیے استغفار کریں گے تو ایک شخص ایسا

بھی تھا شامل یہ منافقین میں سے تھا۔

شیطان اِنسان پر جبر نہیں کرتا بس اَثر ڈالتا ہے :

گویا شیطان کا حصہ جو ہے وہ چونکہ طے ہو چکا ہے کہ یہ رہے گا قَالَ اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ o اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ o تجھے میں نے مہلت دی ہے کہ کرتا رہ اپنی سی کوشش تو وہ بھی جو لہریں ہوتی ہیں وَسوسے کی گمراہی کی وہ لہریں اِنسان کے دل و دماغ پر ڈالتا رہتا ہے، پکڑ کے تو کسی کو نہیں لے جاتا شیطان کہ زبردستی کھینچ کے لے جائے، طریقہ اُس کا یہی ہے کہ دماغ اور دل پر اَثر ڈالتا ہے اور دل کے ہاتھوں تو انسان مجبور ہوتا ہے تو جدھر دل جائے گا اُدھر ہی وہ جائے گا تو اِس طرح سے یہ کام کرتا رہتا ہے اور قیامت کے دن (شیطان) براءت کردے گا اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ اللہ نے تم سے سچا وعدہ کیا تھا اور میں نے تم سے وعدہ کیا مگر غلط، وعدہ خلافی کی میں نے وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ میرا تمہارے اُوپر کوئی زور نہیں تھا بالکل اِلَّا اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ بس میں نے تمہیں بلایا ہے تو بات تم نے میری مان لی سُن لی تو میں دل میں ڈالتا تھا تم اُس پر چل پڑتے تھے قصور میرا تو نہیں میں نے جبر تو نہیں کیا کہ کھینچ کر لے جاؤں کسی کو، کسی کو کبھی کوئی شیطان ہاتھ پکڑ کر لے جاتا ہوا تو نہیں دکھائی دیا، ہوتا تو یہی ہے جو قرآنِ پاک میں آیا ہے جو قیامت کے دن بیان دے گا وہ یہی بیان دے گا مَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ تم میں سے کسی کے اُوپر میرا ذرا سا بھی زور نہیں تھا کہ میں جبر کرسکوں ہاں سوائے اِس کے کہ میں نے تمہیں بلایا تم نے میری بات مان لی اِدھر کو چل دِیے۔

فرشتہ نیکی پر اُبھارتا ہے :

اللہ تعالیٰ نے اِس کے بالمقابل ایک اَور طاقت بھی دی ہے وہ فرشتے کی طاقت ہے خیر کا فرشتہ ہے جب کوئی بُرائی کا اِرادہ کرتا ہے تو وہ دل میں اُس کے اَندیشہ ڈالتا ہے اِس بُرائی میں یہ خرابی ہے تو آدمی جو بالکل جانتا نہ ہو سادہ ہو وہ یہ کہتا ہے کہ ایک دل میں میرے یہ بات آتی ہے ایک دل میں یہ بات آتی ہے بالکل سادے لوگوں کی زبان جو ہے وہ ایسی ہوتی ہے یعنی ایک دفعہ دل میں یہ خیال آتا ہے ایک دفعہ دل میں یہ خیال آتا ہے دل تو دو نہیں ہیں دل تو ایک ہی ہے مقصد یہ ہوتا ہے کہ ایک دفعہ ذہن میں یہ آتا ہے ایک دفعہ ذہن میں یہ آتا ہے، تو کوئی بُرائی ایسی نہیں ہے کہ جس پر فرشتہ متنبہ نہ کرتا ہو کہ یہ نہ کرو کام یہ بُرا ہے۔ اِسی واسطے ظالم بھی

بُری باتوں کو بُرا کہتا ہے ظالم بھی کہتا ہے کہ ظلم بُری بات ہے اگرچہ کرتا ہے خود۔

بہرحال اِس میں یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نظر رحمت جب ہو جائے تو وہ شیطانی وَسوسے جو پھینکتا ہے شیطان ختم ہوتے چلے جاتے ہیں اور اُن کا اَثر لیتی نہیں ہے اُس کی طبیعت اور نیکی کی طرف خود بخود چلنے لگتی ہے طبیعت۔

اور جہاں رسول اللہ ﷺ یا اللہ تعالیٰ کے کلام میں '' لَعَلَّ '' کا لفظ آیا ہے کہ شاید یہ ہو شاید یہ ہو یا ''اِنْشَاءَ اللّٰہُ '' ایسے ہوگا حدیث شریف میں کہیں آ گیا تو یہ یقینی شمار ہوتا ہے یہ شک کے معنٰی میں نہیں ہوں گے کہ شاید ایسے ہو شاید ایسے ہو یہ شک کے لیے نہیں ہے بلکہ یقین کے لیے ہے اور یہاں بھی اِنْشَاءَ اللّٰہُ آیا ہے یہ بھی تبرک کے لیے ہے تردُّد کے لیے نہیں ہے لَایَدْخُلُ النَّارَ اِنْشَاءَ اللّٰہُ مِنْ اَصْحَابِ شَجَرَۃٍ اَحَدٌ اَلَّذِیْنَ بَایَعُوْا تَحْتَھَا یہ مسلم شریف کی روایت ہے۔ اللہ تعالیٰ آخرت میں اپنے فضل سے ہمیں اِن حضرات کا ساتھ نصیب فرمائے، آمین۔ اختتامی دُعا ....

بقیہ : عورتوں کے رُوحانی امراض

یہ منجملہ ضروریاتِ دین کے ہے۔ کیونکہ بناؤ سنگھار کر کے جانے کا سبب محض تکبر ہے۔ ہر شخص چاہتا ہے کہ میں بڑا ہوں اِس عادت کو بدلیے کیونکہ بڑا بننے کی عادت بُری ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس شخص کے دل میں ذرہ برابر تکبر ہوگا وہ جنت میں نہ جائے گا۔ (ملفوظاتِ اشرفیہ)

اور ایک جز معاشرت کا یہ ہے کہ عورتیں سلام نہیں کرتیں اور جو کرتی ہیں وہ بالکل شریعت کے خلاف کرتی ہیں۔ بعض عورتیں تو صرف سلام کہتی ہیں اِس قدر تخفیف کہ چار حرف بھی زبان سے نہ نکلیں اور جواب دینے والی سارے خاندان کی فہرست گنوادے گی کہ بھائی جیتا رہے اور بیٹا زندہ رہے اور شوہر خوش رہے لیکن ایک لفظ وعلیکم السلام نہ کہا جائے گا۔ (تفصیل التوبہ)۔ (جاری ہے)

ختمِ بخاری شریف

جامعہ مدنیہ جدید میں ختم بخاری شریف کی تقریب اِنشاء اللہ ۲۰/ جولائی بروز اتوار بعد اَز نمازِ عصر 5:15 بجے منعقد ہوگی۔ اِس مبارک تقریب میں شرکت کی عام دعوت ہے۔(ادارہ)

الداعی الی الخیر

سیّد محمود میاں غفرلہٗ و اَراکین و خدام جامعہ مدنیہ جدید

فون : 7726702 - 042 موبائل : 4249301 - 0333

V فون : 6152120 - 042

☆ لاہور کے باہر سے تشریف لانے والے حضرات اپنی آمد سے قبل اَز وقت مطلع فرمائیں۔

خواتین کے لیے پردہ کا اِنتظام ہے۔ شرکت کی خواہش مند خواتین بھی ایک ہفتہ قبل بذریعہ فون اپنی آمد سے آگاہ کریں تاکہ اُن کی تعداد کے مطابق انتظام کیا جاسکے۔

نوٹ : عصر کی نماز اِنشاء اللہ 5:15 پر ہوگی۔

ملفوظات شیخ الاسلام

حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی رحمة اللہ علیہ

﴿ مرتب : حضرت مولانا ابوالحسن صاحب بارہ بنکوی رحمة اللہ علیہ ﴾

☆ اِس وقت بہت زیادہ بیداری کی ضرورت ہے ، دُوسری قومیں اپنی کثرت اپنے مال اپنے علم ....اپنی تجارت اپنے عہدوں وغیرہ کے گھمنڈ پر تلی ہوئی ہیں کہ جس طرح بھی ہو مسلمانوں کی ہستی پامال کردو، اُن کو کوئی تفوق تو درکنار اُن کی آواز بھی ملک ہند میں باقی نہ رہ جائے ، اِدھر مسلمان اپنی نا اِتفاقی ، افلاس ، بیکاری ، جہالت ، بے شعوری کم شماری کی وجہ سے دبتے جارہے ہیں۔

☆ وہ پروپیگنڈے موجود ہیں جن سے عہدہ برآ ہونا نہایت مشکل ہے، اگر مسلمانوں نے اپنی تنظیم نہ کرلی اور مکمل بیداری کو کام میں نہ لائے تو قوم مسلم کے لیے مستقبل نہایت تاریک ہوگا۔

☆ جبکہ یہ فرقہ پرست جتھا بندی کر کے مسلم قوم کے درپے ہیں، اگر خدانخواستہ اُن کو کامیابی ہوگئی ، (جس طرح کے آثار مسلمانوں میں موجود ہیں) تو مسلمان شودر قوموں سے بھی زیادہ گر جائیں گے اور اُن پر وہ وحشیانہ مظالم ہوں گے جن کی نظیر دُنیا میں نہ ملے گی ، شخصی عزت اور مالداری اُس وقت کام نہ آئے گی ، قوم کا گر جانا شخصی عزت کو سنبھال نہیں سکتا ، ہمارے معزز اور سربرآوردہ حضرات تو احساس ہی نہیں رکھتے اور نفسی نفسی میں مبتلا ہیں ، اُن کو چھوڑ کر ہر ہر خاندان اور افرادِ قوم کو سنبھالنا اور جگانا چاہیے ۔ اُن میں باقاعدہ کمیٹیاں قائم کرنی چاہئیں ، تجارت تعلیم سپہ گیری وغیرہ قائم کرتے ہوئے جہالت ، نااتفاقی ، فضول خرچی ، مقدمہ بازی سے اُن کو بچانا چاہیے اور پوری منظّم قوت کی کوشش کر کے دینی جذبات اور عملیات کو کمال پر پہنچانا چاہیے۔

☆ یہی عوام اِسلام کے لیے ریڑھ کی ہڈیاں ہیں ، یہ اگر منظّم ہوگئے تو کوئی ہم کو آنکھ اُٹھا کر نہیں دیکھ سکتا ، اُن کے غیر منظّم ہونے کی وجہ سے بے موقع طریقے پر دشمن فائدہ اُٹھاتے ہیں یہاں تک کہ خود بھیس بدل کرآتے ہیں اور صرف شورش اور اشتعال ہی پیدا نہیں کرتے بلکہ بسا اَوقات غیر قوموں پر حملے بھی کردیتے ہیں اور جب لڑائی شروع ہوجاتی ہے تو خود چمپت ہوجاتے ہیں ۔ اِس لیے بہت زیادہ اِنتظامات اور پھونک پھونک کر

قدم رکھنے کی ضرورت ہے۔ اگر میں ملازمت کی وجہ سے مجبور نہ ہوتا تو تمام صوبہ میں دورہ کر کے مسلمانوں میں تنظیمی اسکیم کو معمول بہ کراتا۔

☆ آپ حضرات ذرا قوم اِسلام کی خبر گیری کیجئے، اُن بڑوں بڑوں کے بھروسہ پر نہ رہیے، چھوٹے ہی ہمیشہ کام کرتے ہیں۔

☆ راضی برضائے مولا رہنا وظیفۂ عبودیت رہے۔ وَهُوَ اَرْحَمُ بِنَا مِنْ نُفُوْسِنَا اتباع سنت اور اِحیائے شریعت میں کوشاں رہیں، کم اَز کم دس بے نمازیوں کو نمازی بنائیں اور اِس اسکیم کو اطراف و جوانب میں جاری کر دیں، ہر ایک منبر اِس اسکیم کا ذمہ دار ہو کر مردوں اور عورتوں میں سے دس آدمیوں کو نماز کا پابند کر دے، رسوم غیر شرعیہ اور بدعات سے لوگوں کو نفرت دلائیے اور جہاں تک ممکن ہو مشاغل علومِ دینیہ جاری رکھیئے۔

☆ اصلی خدمت دینی یہ ہے کہ انسانوں اور بالخصوص مسلمانوں کو دینی تعلیم دی جائے اور اُن کو صحیح العقیدہ اور صحیح العمل بنایا جائے، یہ کام بچوں کو سُدھارنے سے جس قدر مفید اور دیرپا ہوتا ہے، وہ دُوسرے طریقوں سے نہیں ہوسکتا۔

☆ بیوی اور بچوں کے حقوق آپ پر واجب ہیں، اِسی طرح والدین ماجدین کے حقوق اور اُن کی خدمت گزاری آپ پر فرض عین ہے، اُدھر دین کا پھیلانا اور لوگوں کی اصلاح کرنا بھی فرض ہے، مگر فرض کفایہ ہے اِس لیے جب آپ کو والدین ماجدین اور بیوی بچوں کی ضروریات سے فراغت ہو تو تبلیغی کاموں میں لگیئے، اسی بناء پر تبلیغ کی اسکیم میں سال بھر کے تمام ایام لوگوں سے نہیں لیے جاتے ہیں بلکہ خالی اوقات یعنی سال میں ایک مہینہ یا پندرہ دِن لیے جاتے ہیں۔

☆ جناب رسول اللہ ﷺ کے فرائض ظاہر ہیں آج ہمارے اور آپ کے سر سے وابستہ ہیں اور چونکہ دشمنانِ اسلام کے زہریلے اثرات اُمت کو بہت زیادہ برباد کر رہے ہیں اِس لیے ہمارے فرائض کی شدد اور بھی زیادہ ہوجاتی ہے، ایسے وقت میں اپنی نام آوری، اپنی راحت، اپنی شہرت، وجاہت طلبی، زرطلبی وغیرہ کو چھوڑ کر اُمت کی مخلصانہ اور سچی خدمات انجام دینا اور اُس کو مہالک سے نکالنا اَشد ضروری ہے۔

☆ میرے عزیزو! اجتماعی کام جس قدر ضروری اور جس قدر زیادہ تر مفید اور مؤثر ہیں اور تاثیر قومی میں وہ بے مثل بھی ہیں، اِسی قدر اُس میں نفس کشی اور طبیعت کے خلاف جفائیں جھیلنا بھی ہیں، قدم قدم پر کانٹے ہیں،

ڑوڑے اور پتھر ہیں، گڑھے اور پہاڑ ہیں، اُترنا اور چڑھنا ہے۔

☆ میرے عزیزو! محض خداوند جل وشانہٗ کے راضی کرنے کی دُھن آپ سبھوں میں ہونی چاہیے، اور اِس راہ میں اپنے آپ کو، اپنی خُدی کو، اپنی بڑائی کو اپنی راحتوں کو، اپنی نفسانیت کو، اپنی اَنانیت کو فنا کردو، اُمت محمدیہ کی سچی خدمتیں انجام دو، نفس کہ جو اَعْدَی الْعُدُوْ ہے، ماردو، اللہ تعالیٰ سے غافل مت رہو۔ اُس کے ذکر اور اُس کی عبادت میں برابر لگے رہو۔

☆ اگر اِتفاق اور اتحاد سے رہو گے، منافرت اور جاہ طلبی سے بچو گے، ہر ایک دُوسرے کی مدد کرے گا، اور ایک جان چند قالب بنے گا جس طرح مولانا گنگوہی، مولانا نانوتوی، مولانا محمد یعقوب صاحب، مولانا محمد مظہر صاحب نانوتوی، مولانا محمد منیر صاحب نانوتوی، مولانا محمد احسن صاحب نانوتوی قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم العالیہ تھے، تو خود بھی کامیاب ہوگے اور اُمت کو بھی کامیابی نصیب ہوگی۔

☆ مجامع عامہ میں پیٹھ کے پیچھے آپ لوگ آپس میں ایک دُوسرے کی غیبت کرتے ہیں، اور برا بھلا کہتے ہیں یہ کس قدر عظیم غلطی ہے اور آیا ایسی صورت میں آپ خدمتِ اُمت اور خدمتِ دین کرسکتے ہیں۔

☆ صاحبزادی کے عقد میں جلدی جس قدر بھی ہوسکے کوتاہی نہ فرمائیے اور اِس قدر سادگی عمل میں لائیں کہ برادری کے غریب سے غریب آدمی بھی اِس پر عمل کرسکے۔

☆ جس قدر معلومات حاصل ہوں اور دُوسرے اُس سے بے خبر ہوں، اُن کو بتایا جائے، جن کو کلمہ نہ آتا ہو اُن کو صحیح طور پر کلمہ، اور اُس کے معنٰی بتائے جائیں۔

✵ ✵ ✵

بقیہ : دینی مسائل

مسئلہ : اگر خواب آور یا سکون کی دواء کھائی جس سے دماغ سویا سویا ہوگیا اور ہوش نہیں رہا کہ کیا کہہ رہا ہے۔ ایسی حالت میں طلاق دی جبکہ خود دینے کا اِرادہ نہ ہو تو وہ واقع نہ ہوگی۔

مسئلہ : ایک شخص نے شراب پی جس سے اِس کے سر میں درد ہوا اور درد کی شدت سے اِس کی عقل قائم نہ رہی اور اِس حالت میں اِس نے طلاق دی تو وہ واقع نہ ہوگی کیونکہ یہ زوالِ عقل سر کے دَرد کی وجہ سے ہوا ہے نہ کہ براہِ راست شراب پینے کی وجہ سے۔ (جاری ہے)

سلسلہ نمبر۳۱ قسط : ۴

''الحامد ٹرسٹ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمة اللہ علیہ کے بعض اہم خطوط اور مضامین کو سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو تا حال طبع نہیں ہو سکے جبکہ ان کی نوع بنوع خصوصیات اس بات کی متقاضی ہیں کہ افادۂ عام کی خاطر اِن کو شائع کر دیا جائے۔ اسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد و اخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تاکہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (اِدارہ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر اور حکیم نیاز احمد صاحب کا مغالطہ

حضرتِ اقدس رحمہ اللہ اور حکیم نیاز احمد صاحب کے درمیان خط و کتابت [1]

حکیم نیاز احمد صاحب کا خط

26-10-80

محترم مولانا صاحب زَادَ شَرَفُکُمْ

السلام علیکم

۱۹؍ ماہِ حال کا تحریر کردہ گرامی نامہ کل ۲۵؍ کو ملا، میں بہت ممنون ہوں کہ آپ نے اپنا قیمتی وقت صرف کر کے مجھے بعض اہم اُمور کی طرف توجہ دلائی اِس خط.... جواب مُصنَّف دیکھنے کے بعد عرض کروں گا۔

[1] گزشتہ شماروں میں قارئین نے جہلم کے حکیم فیض عالم صاحب کی حضرت اقدس قدس سرہ العزیز سے طویل خط و کتابت ملاحظہ فرمائی، اَب اپریل کے شمارہ سے سرگودھا کے حکیم نیاز احمد صاحب کی حضرت اقدس رحمہ اللہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شادی کے وقت عمر کے متعلق طویل خط و کتابت ملاحظہ فرمائیں گے۔ حکیم صاحب نے اِس سلسلہ میں ایک ضخیم کتاب لکھی ہے حکیم صاحب کو مغالطہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نکاح و رُخصتی کے وقت جو عمر اَحادیث میں آئی ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ پیشِ نظر صفحات میں اِسی خط و کتابت کو دیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

اَصل بات یہ محسوس ہوئی کہ میں اپنا مافی الضمیر پوری طرح واضح نہ کرسکا اِنشاء اللہ اگلے خط میں وضاحت سے لکھوں گا کہ میرا مدعا کیا ہے؟

اَب یہ خط صرف اِس لیے لکھ رہا ہوں کہ میں اور مولانا الیف اللہ صاحب، مولانا معراج الحق صاحب سے ملنے کے لیے آنا چاہتے ہیں چونکہ اُن کے قیام کا صحیح پتہ معلوم نہیں اِس لیے پہلے آپ کی خدمت میں حاضر ہوں گے۔

کل مجھے ایک شادی میں شریک ہونا ہے اِس لیے پرسوں کا پروگرام بنایا مگر پھر یہ خیال ہوا کہ کل تک میرا خط نہیں مل سکتا اِس لیے بدھ کو علی الصباح چلنے کا پروگرام بنایا اُس وقت تک شاید یہ خط آپ کو مل جائے۔ نہ ملا تو بھی حاضر ہوں گے۔ والسلام

دُعاگو

نیاز احمد

محترمی ومکرمی دامت مکارمکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

رات وقت ملا تو گرامی نامہ کا مطالعہ کیا۔ حدیث کی اِن کتابوں کی مقبولیت تو خدا کی طرف سے ہے اِس پر کسی کا اختیار نہیں البتہ حنفی حضرات کی اپنی کتابوں سے غفلت بہت غلط ہے۔

کتاب الآثار۔ جامع صغیر۔ جامع کبیر۔ کتاب **الحجج** ۔ کتب امام طحاوی پر بالکل توجہ نہیں دی گئی یہ عام حنفی علماء نے تو دیکھی بھی نہ ہوں گی اور بعض نہایت کمیاب ہیں اِن کتابوں پر کام کرنے کی ضرورت ہے۔ (مسند ابی حنیفہ پر تو کام ہوا ہے بہت سی کتابیں باقی ہیں)۔

(۲) علی بن مسہر ؒ کو حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے حفاظِ حدیث میں شمار کیا ملاحظہ فرمائیں (تذکرۃ الحفاظ جلد نمبر۱ ص۲۹۰)

اَب دیکھئے وہ آپ کو کیا لکھتے ہیں مجھے اِس کی کاپی بھی اِرسال فرمائیں تو بہتر ہو اِسی طرح فریابی ؒ کے بارے میں بھی ملاحظہ فرمالیں۔

(۳) جناب نے محمد بن یوسف الضریابی ؒ سے امام بخاریؒ کی روایت کو انقطاع پر محمول فرمایا ہے۔

اِس طرح کے اعتراضات تقریبًا ایک سو سندوں پر دارِ قطنی نے کیے ہیں لیکن اُنہیں تسلیم نہیں کیا گیا اور جوابات لکھے گئے ہیں۔ نیز یہ کہ طالقان فاریاب گوزگان بلخ سب بخارا کے قریبی علاقے ہیں وہاں بھی اِستفادہ ممکن ہے کیا ہو، اِس قسم کے اشکالات سے اپنا ہی نقصان ہوتا ہے کہ تعلیمات میں شکوک پیدا ہوتے ہیں اور اِس سے منکرینِ حدیث کو جو اہلِ اَہواء ہیں فائدہ پہنچتا ہے۔

(۴) وکیع بن الجراح، ابن مبارک، یحیٰی بن القطان، حفص بن غیاث، لیث بن سعد اور بہت سے حضرات یہ سب اگرچہ ائمہ حدیث تھے مگر امامِ اعظم یا اُن کے تلامیذ سے قریبی تعلقات اور اِستفادہ کا ثبوت یقینی ملتا ہے۔ اِن حضرات سے اربابِ صحاح نے روایات لی ہیں اِن میں کتنے آدمی ایسے ہیں جنہوں نے اَلْاِیْمَانُ قَوْلٌ وَّ عَمَلٌ کی تصریح کی ہے۔

اِس سلسلہ میں مجھے حافظ زاہد کوثری رحمۃ اللہ علیہ کی توجیہ بہت پسند ہے وہ لکھتے ہیں :

لَمْ یُخْرِجِ الْبُخَارِیُّ وَ مُسْلِمٌ عَنِ الْاِمَامِ الْاَعْظَمِ مَعَ اَنَّہُمَا اَدْرَکَا صِغَارَ اَصْحَابِہٖ وَاَخَذَا عَنْھُمْ وَلَمْ یُخْرِجَا اَیْضًا عَنِ الشَّافِعِیِّ مَعَ اَنَّہُمَا لَقِیَا بَعْضَ اَصْحَابِہٖ وَلَااَخْرَجَ الْبُخَارِیُّ مِنْ حَدِیْثِ اَحْمَدَاِلَّاحَدِیْثَیْنِ اَحَدُھُمَا تَعْلِیْقًا وَالْاٰخَرُ نَازِلًا بِوَاسِطَۃٍ مَعَ اَنَّہٗ اَدْرَکَہٗ وَلَازَمَہٗ وَلَااَخْرَجَ مُسْلِمٌ فِیْ صَحِیْحِہٖ عَنِ الْبُخَارِیِّ شَیْئًا مَعَ اَنَّہٗ لَازَمَہٗ وَنَسَجَ عَلٰی مِنْوَالِہٖ وَلَااَخْرَجَ اَحْمَدُ فِیْ مُسْنَدِہٖ عَنْ مَالِکٍ بِطَرِیْقِ الشَّافِعِیِّ اِلَّا خَمْسَۃَ اَحَادِیْثَ مَعَ اَنَّہٗ جَالَسَ الشَّافِعِیَّ وَسَمِعَ مِنْہُ مُوَطَّا مَالِکٍ وَعُدَّ مِنَ الرُّوَاۃِ الْقَدِیْمِ .وَالظَّاھِرُ مِنْ دِیْنِھِمْ وَاَمَانَتِھِمْ اِنَّ ذٰالِکَ مِنْ جِھَۃِ اَنَّھُمْ کَانُوْا یَرَوْنَ اَنَّ اَحَادِیْثَ ھٰؤُلَآءِ فِیْ مَاْمَنٍ مِّنَ الضِّیَاعِ لِکَثْرَۃِ اَصْحَابِھِمُ الْقَائِمِیْنَ بِرِوَایَتِھَا شَرْقًا وَ غَرْبًا .

وَمَنْ ظَنَّ اَنَّ ذٰالِکَ لِتَحَامِیْھِمْ عَنْ اَحَادِیْثِھِمْ اَوْ لِبَعْضِ مَا فِیْ کُتُبِ الْجَرحِ مِنَ الْکَلَامِ فِیْ ھٰؤُلَآءِ الْاَئِمَّۃِ کَقَوْلِ الثَّوْرِیِّ فِیْ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ وَقَوْلِ ابْنِ مُعِیْنٍ فِی الشَّافِعِیِّ وَقَوْلِ الْکَرَابِسِیِّ فِیْ اَحْمَدَ وَقَوْلِ الذُّھَلِیِّ فِی الْبُخَارِیِّ وَنَحْوِ

ھٰذَا فَقَدْ رَکِبَ شَطَطًا. (مقدمہ لامع الدراری ص ۵۱. ملخصًا)

باقی آپ حضرات کی خط وکتابت ملتی رہے تو محظوظ ہوتا رہوں گا۔

والسلام

نیاز احمد

۵؍نومبر ۸۰ء

9-11-80

محترمی حضرت مولانا صاحب زَادَ لُطْفُکُمْ

السلام علیکم

آپ کے دو خطوط کے جواب میرے ذمّے ہیں، پہلے خط کا جواب میں نے لکھ لیا ہے صاف کرانا باقی ہے ایک دو دن میں صاف ہوجائے گا تو روانہ کردُوں گا۔ اِرتعاش کی وجہ سے بعض جگہ عبارت مَایُقْرَءُ نہیں رہتی اِس لیے صاف کرا لیتا ہوں۔ میرا ایک بھتیجا یہاں گورنمنٹ کالج میں عربی کا پروفیسر ہے اُس سے یہ بیگار لیتا ہوں اللہ تعالیٰ اُسے خوش رکھے بخوشی یہ خدمت انجام دے دیتا ہے۔ جواب لمبا ہے میں نے اِسے چھوٹے چھوٹے پہروں میں تقسیم کردیا ہے اور ہر پہرے پر نمبر لگا دیے ہیں۔ بعض اہم پہروں پر ایک نشان لگا دیا ہے مقصد یہ ہے کہ اِن پر خصوصی توجہ فرمائیں، بعض میں وضاحت کی درخواست ہے اگر وضاحت آجائے تو ممنون ہوں گا۔

یہ خط ایک تکلیف دینے کے لیے لکھ رہا ہوں مولانا معراج الحق صاحب نے فرمایا تھا کہ وہ کراچی جارہے ہیں وہاں سے آکر اگر ممکن ہوا تو سرگودھے کا پروگرام بنائیں گے۔

مجھے بھی اپنے ایک ذاتی کام کے لیے کراچی جانا پڑ گیا میرے دو لڑکے کراچی میں ہیں ایک وہاں تجارت کرتا ہے دُوسرا وکیل ہے۔ وہ وہاں ایل۔ ایل۔ ایم میں داخل ہے یہ ''قانون'' کا اعلیٰ امتحان ہے۔ دو سال کا کورس ہے حکومتِ پاکستان نے پچھلے سال سے شروع کیا ہے میرا لڑکا پہلے سے ایم۔ اے، ایل ایل۔ بی ہے پہلے سرگودھے میں وکالت کرتا تھا اَب کراچی میں وکالت شروع کردی ہے۔ میں دس بارہ روز وہاں

رہوں گا اِس دَوران مولانا معراج الحق صاحب سے ملاقات ہوتی رہے تو بہتر ہوگا، میں یہاں سے ۸۰۔۱۱۔۱۲ کو صبح چلوں گا اور اگلے روز صبح پہنچ جاؤں گا۔

یہاں جواب پہنچنا مشکل ہوگا اِس لیے مندرجہ ذیل پتہ پر جواب دے کر ممنون فرمائیں مولانا کے قیام کا پتہ تحریر فرمائیں۔ حکیم نیاز احمد معرفت میاں مشہود احمد ایڈووکیٹ پوسٹ بکس نمبر ۹۹۲۵ کراچی نمبر ۲

اگر مولانا عبدالرشید صاحب کا جواب آگیا تو روانہ کردُوں گا ورنہ کراچی میں اُن سے ملاقات ہوگی اُن کے جواب سے مطلع کروں گا۔

دُعا گو

نیاز احمد

انا للّٰہ وانا الیہ راجعون

۲۵ر جون کو جامعہ مدنیہ جدید کے مدرس مولانا حسین احمد صاحب کے نانا صاحب طویل علالت کے بعد بہاولپور میں وفات پاگئے۔

۱۱ر جون کو جامعہ رشیدیہ ساہیوال اور جامعہ خیر المدارس ملتان کے سابق مدرس حضرت مولانا عبدالمجید صاحب انور طویل علالت کے بعد وفات پاگئے۔

۲۳ر جون کو مولانا قاری سیف الدین صاحب سیفؔ (خطیب جامع مسجد غالب مارکیٹ گلبرک لاہور) کی اہلیہ صاحبہ طویل علالت کے بعد وفات پاگئیں۔

جامعہ مدنیہ جدید کے فاضل مولانا عمر فاروق کے والد صاحب گزشتہ ماہ وفات پاگئے۔

جامعہ مدنیہ جدید کے بہی خواہ جناب شیخ محمد ندیم صاحب کے خُسر صاحب گذشتہ ماہ طویل علالت کے بعد وفات پاگئے۔

اللہ تعالیٰ جملہ مرحومین کی مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے۔ جامعہ جدید اور خانقاہِ حامدیہ میں جملہ مرحومین کے لیے اِیصالِ ثواب کرایا گیا۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین۔

عورتوں کے رُوحانی امراض

﴿ ازافادات : حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ﴾

عورتوں کی بعض کوتاہیاں اور ضروری اصلاحات :

☆ اَب بعض اعمال عورتوں کے متعلق عرض کرتا ہوں (جن میں عورتیں بہت کوتاہی کرتی ہیں) ایک تو یہ کہ عورتوں میں نماز کی پابندی نہیں اور اگر اس کو چھوڑنا ہے تو کھانا بھی چھوڑ دو مگر حالت یہ ہے کہ نماز تو پانچ وقت کی قضا ہو جائے تو اِس کی ذرا پرواہ نہیں مگر کھانے کا ایک وقت کا بھی ناغہ نہ ہو۔

☆ عورتوں میں ایک مرض یہ ہے کہ زکوٰۃ کی عادت نہیں۔ زیور کو عورتیں یہ سمجھتی ہیں کہ یہ تو استعمال کرنے کی چیز ہے اس میں زکوٰۃ کیوں ہوگی؟ خوب سمجھ لو کہ ہمارے امام صاحب کے نزدیک زیور میں بھی زکوٰۃ واجب ہے۔

☆ اور ایک کوتاہی یہ کہ عورتیں حج بھی نہیں کرتی۔ اِن کو حج کا بھی اہتمام کرنا چاہیے اور آج کل تو حج کے ذرائع بہت آسان ہوگئے ہیں۔ حج نہ کرنے پر سخت وعید آئی ہے۔

☆ ایک خاص مرض عورتوں میں یہ ہے کہ خاوندوں کی نافرمانی کرتی ہیں گو بعض مرد بھی ظلم کرتے ہیں مگر بعض عورتیں ایسی ہیں کہ خاطر مدارات کے باوجود بھی شوہروں کو تنگ کرتی ہیں۔

ہندوستان کی عورتوں کی خدمت کا اِنکار نہیں مگر اِس کا حاصل تو یہ ہے کہ جسم کو راحت پہنچاتی ہیں اور رُوح کو تکلیف دیتی ہیں۔ اِن کی زبان ایسی ہے کہ جو جی میں آیا کہہ دیا کچھ روک ہی نہیں اِس سے شوہر کی رُوح کو تکلیف ہوتی ہے۔ اِس کی اصلاح کا آسان طریقہ یہ ہے کہ زبان کو بند رکھیں اِس میں شروع شروع میں بے شک دُشواری ہوگی مگر عادت ہو کر اِس مرض سے نجات ہو جائے گی۔ اصل علاج تو یہ ہے نہ کہ وہ جو بعض عورتیں نمک پڑھواتی ہیں تاکہ خاوند تابع ہو جائے۔

☆ ایک کوتاہی یہ ہے کہ عورتوں کو پردہ کا لحاظ نہیں ہوتا اکثر گھروں میں دُور دُور کے رشتہ داروں کے سامنے آئیں گی اور پھر تعریف کی بات یہ ہے کہ یہی عورتیں اپنے آپ کو پردہ دار اور باہر پھرنے والی

عورتوں کو بے پردہ کہتی ہیں حالانکہ پردہ دار عورت وہ ہے کہ جس جس سے شریعت میں پردہ ہے اُن سے پردہ کرے۔ پردہ کے ساتھ قرآن کی یہ تعلیم ہے کہ مرد کے ساتھ نرم لہجہ میں گفتگو بھی مت کرو اِسی طرح آواز کا بھی پردہ ہے۔(العاقلات ملحقہ حقوق الزوجین)

☆ عورتوں کو اِس بات کا لحاظ رکھنا چاہیے کہ کپڑا شریعت کے موافق ہو بڑا چھوٹا نہ ہو اِس میں بدن نہ جھلکتا ہو۔

☆ آج کل بہت سی عورتوں کو فیشن کا بہت اہتمام ہوگیا ہے۔ دُوسری قوموں کی وضع بناتی ہیں، ساڑھی پہننے لگی ہیں۔ بعض عورتیں (مردانہ) کھڑے جوتے پہنتی ہیں۔ حدیث شریف میں اِس پر لعنت آئی ہے کہ عورتیں مرد کی وضع اختیار کریں۔

☆ بعض عورتیں گھر کا کام نہیں کرتیں اور گھر کی نگرانی نہیں کرتیں۔

حدیث شریف میں ہے کہ عورتیں گھر میں حاکم (ذمہ دار) ہیں گھر کے انتظام کے متعلق اِن سے پوچھا جائے گا۔ نگرانی نہ کرنے سے گھر میں چوری ہوتی ہے اِس کا بہت خیال رکھنا چاہیے اور گھر کا کام کرنا چاہیے دُوسروں پر نہ چھوڑنا چاہیے۔(العاقلات الغافلات)

چند اور کوتاہیاں :

☆ عورتوں کی معاشرت بالکل خراب ہے۔ اکثر عورتوں میں پردہ بہت ہی کم ہے اور سر تو ہمیشہ کھلا رہتا ہے خصوصًا آدھا سر تو گویا ڈھانپنا ضروری ہی نہیں۔

☆ اکثر عورتیں زیور ایسا پہنتی ہیں جس میں آواز پیدا ہوتی ہے۔ یاد رکھو! ایسا زیور پہننا جائز نہیں۔ ہاں آپس میں لگ کر بجے اور قدم بھی آہستہ سے رکھا جائے کہ اِس میں زیادہ آواز پیدا نہ ہو تو جائز ہے۔

☆ عورتوں میں ایک مرض یہ ہے کہ اپنے گھر میں تو بالکل میلی کچیلی خراب حالت میں رہیں گی اور جب برادری میں جائیں گے تو خوب بن سنور کر بلکہ پڑوسن تک کے زیور مانگ کر لے جائیں گی اور بجتا ہوا زیور ضرور پہنیں گی اور لباس ایسا پہنیں گی کہ اِس میں ذرا بھی پردہ نہیں ہوتا اور سارا بدن جھلکتا ہے۔

عورتیں اگر یہ طریقہ اختیار کریں کہ کپڑے میلے ہوں تو بدل لیا کریں ورنہ ہرگز نہ بدلیں بلکہ جہاں جانا ہو ویسے ہی ہو آیا کریں تو بہت فتنوں سے نجات ہو جائے اِس کو معمولی بات نہ سمجھیں (باقی صفحہ ۱۱)

حضرت اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا کے مناقب

﴿ حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ﴾

حضرت سید عالم ﷺ کی تیسری صاحبزادی حضرت اُمِ کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں۔ اِن کا عُتَیْبَہ بِنْ اَبِیْ لَھَبْ سے نکاح ہوا تھا۔ ابھی رُخصتی نہ ہونے پائی تھی کہ ماں باپ کے کہنے سے اُس نے حضرت اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی۔

حضرت رُقیہ اور حضرت اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہما کو ایک ساتھ طلاق ہوئی تھی۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت رُقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے کردیا اور حضرت اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح اِس کے بعد کسی سے نہیں کیا حتّٰی کہ جب حضرت رُقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوگئی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے حضرت اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا کا بھی نکاح فرمادیا۔ یہ نکاح مدینہ منورہ میں ہوا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو یہ شرفِ امتیازی حاصل ہے کہ اِن کے نکاح میں یکے بعد دیگرے حضورِ اقدس ﷺ کی دو صاحبزادیاں رہیں اِسی لیے اِن کو ذوالنورین (دونور والے) کہتے ہیں۔

ہجرت :

آنحضرت ﷺ نے جب مدینہ منورہ کو ہجرت فرمائی تھی تو اپنے گھر والوں کو مکہ معظّمہ ہی میں چھوڑ گئے تھے اور آپ کے رفیقِ خاص حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی ایسا ہی کیا تھا۔ پھر مدینہ منورہ پہنچ کر دونوں حضرات نے آدمی بھیج کر اپنے اپنے کنبہ کو بلوالیا، قافلہ میں حضرت اُمِ کلثوم اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما بھی تھیں۔ (الاستیعاب)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے عقد :

حضرت رُقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے کچھ عرصہ بعد ہی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بیوہ ہوگئی تھیں جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی تھیں۔ اِن کے شوہر حضرت خُنَیس بن حدافہ تھے، میدانِ جہاد میں اِن کے زخم آگیا اِسی کے اثر سے وفات پائی۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کے لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ

فکر مند تھے۔ اُنہوں نے اِس بارے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے تذکرہ کیا اور اِن سے کہا کہ میری لڑکی سے تم نکاح کرلو۔ اِنہوں نے جواب دیا کہ سرِ دست میرا اِرادہ نہیں ہے۔ نیز حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے وہی بات کہی جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہی تھی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خاموش ہوگئے اور کچھ جواب نہ دیا جس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ سے سُنا تھا کہ آپ ﷺ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمانے کا اِرادہ رکھتے ہیں۔

جب آپ ﷺ کو یہ معلوم ہوا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی صاحبزادی کا نکاح عثمان رضی اللہ عنہ سے کرنا چاہا اور وہ خاموش ہوگئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کیا عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے ایسی عورت نہ بتادوں جواُن کے لیے حفصہ رضی اللہ عنہا سے بہتر ہے اور کیا حفصہ رضی اللہ عنہا کے لیے ایسا شوہر نہ بتادوں جو اُن کے لیے عثمان رضی اللہ عنہ سے بہتر ہے۔ یہ فرما کر آنحضرت ﷺ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو اپنے نکاح میں لے لیا اور حضرت اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔ (الاستیعاب)

حضرت رُقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوگئی تو آنحضرت ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ غمگین اور رنجیدہ ہیں۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے سوال فرمایا کہ میں تم کو رنجیدہ کیوں دیکھ رہا ہوں؟ اِنہوں نے عرض کیا یارسول اللہ ! کیا مجھ سے زیادہ کسی کو مصیبت پہنچی ہوگی؟ اللہ کے رسول (ﷺ) کی صاحبزادی جو میرے نکاح میں تھی اُس کی وفات ہوگئی جس سے میری کمر ٹوٹ گئی اور میرا جو آپ سے رشتہ دامادی تھا وہ نہیں رہا۔

یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ سیّد عالم ﷺ نے فرمایا کہ اے عثمان (رضی اللہ عنہ)! لو یہ جبرئیل آئے ہیں اور اللہ کی طرف سے مجھ کو حکم دے رہے ہیں کہ تم سے تمہاری مُتَوَفّٰی بیوی کی بہن اُمِ کلثوم کا اُسی مہر پر نکاح کردُوں جو تمہاری بیوی کا تھا اور تم اِس کو اِس طرح رکھو جس طرح خوشگواری کے ساتھ اِس کی بہن کو رکھتے تھے۔ یہ فرما کر آنحضرت ﷺ نے حضرت اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کردیا۔ یہ نکاح ربیع الاوّل ۳ھ میں ہوا اور رُخصتی جمادی الثانی ۳ھ میں ہوئی۔ حضرت اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہ نے چھ برس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نکاح میں رہ کر ملکِ بقا کا سفر اختیار کیا اور اِن سے کوئی اَولاد نہیں ہوئی۔ (اُسد الغابہ)

وفات :

حضرت اُمّ ِکلثوم رضی اللہ عنہا نے ۹ ھ ماہِ شعبان میں وفات پائی۔ حضرت اُم عطیہ رضی اللہ عنہا اور حضرت اسماء بنتِ عمیس رضی اللہ عنہما اور بعض دُوسری صحابیات نے اِن کو غسل دیا اور آنحضرت ﷺ نے ان کی جنازہ کی نماز پڑھائی۔

حضرت لیلیٰ بنت قانف رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اُن عورتوں میں سے تھی جنھوں نے رسول اللہ ﷺ کی بیٹی حضرت اُم کلثوم رضی اللہ عنہا کو غسل دیا غسل کے بعد آنحضرت ﷺ سے کفن لے کر اِن کو ہم نے کفن دیا۔ کفن کے کپڑے آپ کے پاس تھے۔ آپ دروازہ کے پاس سے ہم کو دیتے رہے۔ (الاستیعاب)

دفن کے لیے جب جنازہ قبر کے قریب لایا گیا تو سیّد عالم ﷺ نے حاضرین سے فرمایا کہ کیا تم میں کوئی ایسا شخص ہے جس نے رات (کسی عورت سے) مباشرت نہ کی ہو؟ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ میں ایسا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا تم قبر میں اُتر جاؤ چنانچہ وہ قبر میں اُترے۔

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ قبر میں اُتارنے میں حضرت علی، حضرت فضل اور حضرتِ اُسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی شریک تھے۔ (الاستیعاب)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سید عالم ﷺ کی آنکھوں سے اِس وقت آنسو جاری تھے۔ (مشکوٰۃ عن البخاری)

حضرت اُم کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر میری تیسری لڑکی (بے بیاہی) ہوتی تو میں اُس کا نکاح بھی عثمان رضی اللہ عنہ سے کر دیتا۔ (اُسد الغابہ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (اِس موقع پر) سیّد عالم ﷺ نے فرمایا اگر میری چالیس لڑکیاں (بھی) ہوتیں تو یکے بعد دیگرے عثمان رضی اللہ عنہ سے نکاح کرتا جاتا حتّٰی کہ اُن میں ایک بھی باقی نہ رہتی۔ (اُسد الغابہ)

رضی اللّٰہ عنہا و ارضاھا.

قسط : 2 ، آخری

کمپنیوں کی محدود ذمہ داری کی شرعی حیثیت اور جواز میں مولانا تقی عثمانی مدظلہ کے دیے گئے دلائل کا جواب

﴿ حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب ﴾

کسی کمپنی کے لمیٹڈ ہونے یا اُس کی ذمّہ داری کے محدود ہونے سے مراد یہ ہے کہ کمپنی میں سرمایہ کاری کرنے والے صرف اپنے لگائے ہوئے سرمایہ تک ذمّہ دار ہوں گے اِس سے زیادہ کے ذمّہ دار نہ ہوں گے۔ لہٰذا اگر کمپنی کبھی دیوالیہ قرار پائے اور اُس پر قرض اُس کے تحلیل شدہ اَثاثوں سے زیادہ ہوں تو قرض دہندگان کو اَثاثوں سے زائد قرضوں سے محروم رہنا پڑے گا۔ زیرِ نظر مضمون میں کمپنی کی اِس محدود ذمّہ داری کی حقیقت اور اِس کی شرعی حیثیت سے بحث کی گئی ہے۔ (عبدالواحد غفرلہٗ)

مولانا عثمانی صاحب کے پیش کردہ چند نظائر :

1. Waqf

The first precedent is that of a waqf. A waqf is a legal and religious institution wherein a person dedicates some of his properties for a religious or a charitable purpose. The properties, after being declared as Waqf, no longer remain in the ownership of the donor. The beneficiaries of a Waqf can benefit from the corpus or the proceeds of the dedicated property, but they are not its owners. Its ownership vests in Allah Almighty alone.

It seems that the Muslim jurists have treated the Waqf as a separate legal entity and have ascribed to it some characteristics similar to those of a natural person. This will be clear from two rulings given by the fuqaha (Muslim jurists) in respect of Waqf.

Firstly, if a property is purchased with the income of a Waqf, the purchased property cannot become a part of the Waqf automatically. Rather, the jurists say, the property so purchased shall be treated, as a property owned by the Waqf. It clearly means that a Waqf, like a natural person, can own a property.

Secondly. the jurists have clearly mentioned that the money given to a mosque as donation does not form part of the Waqf, but it passes to the ownership of the mosque. Here again the mosque is accepted to be an owner of money. Some jurists of the Maliki School have expressly mentioned this principle also. They have stated that a mosque is capable of being the owner of something. This capability of the mosque, according to them, is constructive, while the capability enjoyed by a human being is physical.

Another renowned Maliki jurist, namely, Ahmad Al-Dardir, validates a bequest made in favour of a mosque, and gives the reason that a mosque can own

properties. Not only this, he extends the principle to an inn and a bridge also, provided that they are Waqf.

It is clear from these examples that the Muslim jurists have accepted that a Waqf can own properties. Obviously, a Waqf is not a human being, yet thay have treated it as a human being in the matter of ownership. Once its ownership is established, it will logically follow that it can sell and purchase, may become a debtor and a creditor and can sue and be sued, and thus all the characteristics of a 'juridical person' can be attributed to it.

2. Baitul-Mal

Another example of 'juridical person' found in our classic literature of Fiqh is that of the Baitul-mal (the exchequer of an Islamic state). Being public property, all the citizens of an Islamic state have some beneficial right over the Baitul-mal, yet, nobody can claim to be its owner. Still, the Baitul-mal has some rights and obligations. Imam Al-Sarakhsi, the well- known Hanafi jurist, says in his work "Al-Mabsut": "The Baitul-mal has some rights and obligations, which may possibly be undetermined."

At another place the same author says: "If the head of an Islamic state needs money to give salaries to his army, but he finds no money in the Kharaj department of the Baitul-mal (wherefrom the salaries are generally given) he

can give salaries from the sadaqah (Zakah) department, but the amount so taken from the sadaqah department shall be deemed to be a debt on the Kharaj department."

It follows from this that not only the Baitul-mal, but aslo the different departments therein can borrow and advance loans to each other. The liability of these loans does not lie on the head of state, but on the concerned department of Baitul-mal. It means that each department of Baitul-mal is a separate entity and in that capacity it can advance and borrow money, may be treated a debtor or a creditor, and thus can sue and be sued in the same manner as a juridical person does. It means that the Fuqaha of Islam have accepted the concept of Juridical person in respect of Baitul-mal.

(1) وقف :

یہ ایک قانونی اور مذہبی اِدارہ ہے جس میں ایک شخص اشاعتِ دین یا خیرات کی غرض سے اپنی جائیداد مختص کرتا ہے۔ وقف ہونے کے بعد جائیداد وقف کی ملکیت سے نکل جاتی ہے اور جن پر وقف ہو وہ بھی مالک نہیں بنتے بلکہ صرف اللہ تعالیٰ اس کے مالک بنتے ہیں۔

مسلم فقہاء نے وقف کو علیحدہ قانونی شخصیت قرار دیا ہے اور اس کے لئے کچھ وہ اوصاف ذکر کیے ہیں جو حقیقی شخص کے ہوتے ہیں۔ یہ بات مندرجہ ذیل دو احکام سے واضح ہوتی ہے :

i- اگر وقف کی آمدنی سے کوئی جائیداد خریدی جائے تو خریدی ہوئی جائیداد خود بخود وقف

کا حصہ نہیں بن جاتی بلکہ وہ وقف کی مملوک کہلاتی ہے۔ جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ حقیقی شخص کی طرح وقف بھی جائیداد کا مالک بن سکتا ہے۔

ii- مسجد کو جو رقم چندہ کی گئی وہ وقف کا حصہ نہیں بنتی بلکہ مسجد کی ملکیت میں داخل ہو جاتی ہے۔ یہاں بھی مسجد کو رقم کا مالک تسلیم کیا گیا ہے۔

بعض مالکی فقہاء نے اس بات کو صراحت کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ مسجد کسی چیز کا مالک بننے کی اہلیت رکھتی ہے اگرچہ مسجد کی یہ اہلیت معنوی ہے جبکہ انسان کی اہلیت حسی ہوتی ہے۔

مشہور مالکی فقیہ احمد دردیر کہتے ہیں کہ مسجد کیلئے کی گئی وصیت جائز ہے اور اس کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ مسجد جائیداد کی مالک بن سکتی ہے۔ وہ یہی حکم سرائے اور پل کیلئے بھی مانتے ہیں۔

غرض وقف اگرچہ آدمی نہیں ہے لیکن اس کے باوجود فقہاء ملکیت کے اعتبار سے اس کو آدمی کی طرح دیکھتے ہیں۔ اور جب وقف کیلئے ملکیت ثابت ہوئی تو اس کا منطقی نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ خرید و فروخت بھی کر سکتا ہے اور مقروض بھی ہو سکتا ہے اور قرض دہندہ بھی اور مدعی بھی بن سکتا ہے اور مدعا علیہ بھی۔ غرض قانونی شخص کے تمام خواص کو وقف کی طرف منسوب کیا جا سکتا ہے۔

2- بیت المال :

عامۃ الناس کی جائیداد ہونے کی وجہ سے اگرچہ اسلامی ریاست کے تمام افراد بیت المال پر منفعتی حق رکھتے ہیں لیکن اس کے باوجود کوئی اس کا مالک نہیں ہوتا۔ پھر بھی بیت المال کے کچھ حقوق و ذمہ داریاں ہوتی ہیں۔

مشہور حنفی فقیہ امام سرخسیؒ مبسوط میں لکھتے ہیں کہ ''بیت المال کے کچھ حقوق و ذمہ داریاں ہیں جو متعین نہیں ہیں'' ایک اور مقام پر وہ لکھتے ہیں ''اگر اسلامی ریاست کے امیر کو فوج کی تنخواہیں دینے کیلئے رقم کی ضرورت ہو اور خراج والے حصہ میں رقم نہ ہو تو وہ صدقہ و زکوٰۃ والے حصہ سے لے کر دے سکتا ہے لیکن یہ خراج والے حصہ پر قرض شمار ہوگا۔''

اِس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ نہ صرف بیت المال بلکہ اس کے ذیلی شعبے تک قرض کا لین دین کر سکتے ہیں۔ ان قرضوں کی ذمہ داری ریاست کے امیر پر نہیں آتی بلکہ بیت المال کے متعلقہ شعبہ پر آتی ہے۔ اس سے یہ مطلب نکلتا ہے کہ بیت المال کا ہر شعبہ ایک مستقل شخصیت ہے اور اپنی اس حیثیت سے وہ قانونی شخص کی طرح قرض کا لین دین بھی کر سکتا ہے اور مدعی اور مدعا علیہ بھی بن سکتا ہے۔ غرض فقہائے اسلام بیت المال کے قانونی شخص ہونے کو تسلیم کرتے ہیں''۔

''ان نظائر سے معلوم ہوتا ہے کہ شخص قانونی کا تصور فی نفسہ کوئی ناجائز تصور نہیں ہے اور نہ فقہ اسلامی کے لیے کوئی اجنبی تصور ہے اَلبتہ اصطلاح ضرور نئی ہے۔''

2- ''کمپنی کی دُوسری خصوصیت جو شرعی اعتبار سے قابل غور ہے وہ...... محدود ذمہ داری ہے'' (اسلام اور جدید معیشت وتجارت)

پھر مولانا نے اس کے کچھ نظائر ذکر کیے اور لکھا :

''لیکن اس مسئلہ کو اگر ایک دوسرے زاویے سے دیکھا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ کمپنی کی محدود ذمہ داری کے تصور کی بنیاد دراصل شخص قانونی کے تصور پر ہے۔ شخص قانونی کی حقیقت ماننے کے بعد محدود ذمہ داری کو ماننا مشکل نہیں رہتا۔'' (اسلامی اور جدید معیشت وتجارت ص 82)

Once the concept of juridical person is accepted and it is admitted that, despite its fictive nature, a juridical person can be treated as a natural person in respect of the legal consequences of the transactions made in its name, we will have to accept the concept of limited liability which will follow as a logical result of the former concept. (Meezan Bank's guide to Islamic Banking p.225).

''اب بنیادی سوال یہ اُبھرتا ہے کہ کیا قانونی شخص کا تصور شریعت کے ساتھ مطابقت رکھتا ہے یا نہیں؟ جب اس کو تسلیم کر لیا جائے کہ شخص قانونی کو باوجود فرضی ہونے کے مالی معاملات میں شخص حقیقی کی طرح اعتبار کیا جاسکتا ہے تو اس کے منطقی نتیجہ کے طور پر محدود ذمہ داری کو بھی تسلیم کرنا پڑے گا''۔

غرض مولانا عثمانی مدظلہ کے استدلال کا حاصل یہ ہے کہ شخص قانونی کے نظائر اسلام میں موجود ہیں اس لئے کمپنی کو شخص قانونی ماننا خلاف اسلام نہیں اور شخص قانونی کو تسلیم کرنے کو یہ لازم ہے کہ اس کی ذمہ داری محدود تسلیم کی جائے۔

اُوپر ہم کمپنی کے شخص قانونی ہونے کی حقیقت بتا چکے ہیں جس سے یہ بھی واضح ہوا کہ غیر شرعی قانون جہاں چاہتا ہے شخص حقیقی کو یکسر نظر انداز کر کے فرضی شخصیت کا اعتبار کرنے لگتا ہے۔ غرض شخص قانونی کے وجود و عدم میں مدار ملکی غیر شرعی قانون کے اعتبار کرنے نہ کرنے کا ہے۔ لیکن مولانا عثمانی مدظلہ نے اس بات سے کچھ تعرض نہیں کیا کہ شریعت کی رو سے شخص قانونی کے وجود و عدم وجود کا مدار کس پر ہے؟

شخص قانونی کے وجود و عدم کا شرعی معیار :

مولانا عثمانی کے بتائے ہوئے وقف و بیت المال کے نظائر کو سامنے رکھتے ہوئے اب ہم شریعت کی رُو سے شخص قانونی کے وجود و عدم وجود کا مدار بتاتے ہیں۔

وقف اور بیت المال کے ساتھ کچھ حقوق اور ذمہ داریاں وابستہ ہوتی ہیں لیکن وہ محض معنوی یا بے جان ہونے کی وجہ سے نہ خود اپنے حقوق کی تحصیل کر سکتے ہیں اور نہ اپنی ذمہ داریاں ادا کر سکتے ہیں۔ ایسی صورت میں ان کے لیے ایک متولی یا نگران مقرر کیا جاتا ہے جو ان کے حقوق کا تحفظ کرتا ہے اور ان کی ذمہ داریوں کو پورا کرتا ہے۔ ان اداروں کے اثاثہ جات سے چونکہ اس متولی کا کوئی مالکانہ تعلق نہیں ہوتا اس لیے حقوق و ذمہ داریوں کو اس سے وابستہ نہیں کیا جاسکتا اس لئے مجبوراً ادارہ ہی کی طرف ان کو منسوب کیا جاتا ہے اور اس لیے ادارہ کو معنوی شخص یا قانونی شخص کہا جاتا ہے۔

اور جہاں کوئی ادارہ ایسا ہو کہ اُس کے متولی و منتظم کی سرمایہ کاری اور اُس کے مفادات اِس ادارے سے وابستہ ہوں اور اِس کے تصرفات کا فائدہ بالواسطہ یا بلاواسطہ خود اسی کو ہو تو حقوق و ذمہ داریاں خود اِسی کے

ساتھ وابستہ ہوں گی ۔ اِس صورت میں ایسی کوئی مجبوری نہیں کہ ہم ان حقیقی اشخاص کو نظر انداز کر کے ادارے کی فرضی شخصیت کا اعتبار کریں اور حقوق و ذمہ داریوں کو اس کے ساتھ وابستہ کریں ۔ لہٰذا حقوق و ذمہ داریوں کی نسبت لامحالہ حقیقی شخص کی طرف ہوگی ۔

کمپنی کی حقیقت یہ ہے کہ کمپنی کے ڈائریکٹرا پنے سرمایہ پر بھی کام کرتے ہیں اور دیگر حاملین حصص کے سرمایہ پر بھی اور شرکت املاک کے بعد ان کے اجیر بن کر ان سے اجرت وصول کرتے ہیں ۔ مولانا عثمانی مدظلہ اس کو اجارہ کے بجائے شرکت عنان کا معاملہ کہتے ہیں اور ڈائریکٹران کو ورکنگ پارٹنر یعنی عمیل اور دیگر حاملین حصص کو سلیپنگ پارٹنر یعنی غیر عمیل مانتے ہیں ۔ غرض معاملہ خواہ اجارہ کا ہو یا شرکت عنان کا بہرحال ڈائریکٹران کمپنی کے کاروبار میں اپنی طرف سے اصیل اور دیگر حاملین حصص کی طرف سے وکیل بن کر تصرف کرتے ہیں ۔ کاروبار کا سرمایہ بھی ان ہی کا ہوتا ہے اور ان کے تصرفات کا فائدہ بھی ان ہی کو بالواسطہ اور بلاواسطہ ہوتا ہے اور **العبرة للمعانی لا للالفاظ** یعنی اعتبار الفاظ کا نہیں معنٰی کا ہوتا ہے اس لیے کمپنی کو کوئی لاکھ معنوی شخصیت کہتا رہے لیکن اس کی معنوی شخصیت کالعدم ہے اور حقیقی اشخاص ہی کا اعتبار ہوگا یعنی ڈائرکٹران کا اصل ہو کر اور دیگر حاملین حصص کا ان کے مؤکل ہو کر ۔

کمپنی کے ڈائرکٹران اور حاملین حصص کمپنی کے تمام دیون وقرضوں کے ذمہ دار ہوں گے :

جب یہ ثابت ہوگیا کہ مشترکہ سٹاک کمپنی کی معنوی شخصیت کا اعتبار نہیں ہے بلکہ حقیقی اشخاص یعنی ڈائریکٹران اور حاملین حصص کا اعتبار ہے اور حقوق و ذمہ داریوں کا تعلق بھی ان کے ساتھ ہے تو لازم آئے گا کہ دیون اور قرضے خواہ کتنے ہی ہوں وہ سب ان کے ذمہ دار ہوں گے ۔

1- مولانا تقی عثمانی مدظلہ کے بیان کردہ محدود ذمہ داری کے فقہی نظائر اور اُن کا جواب :

پہلی نظیر : مالک کی طرف سے تجارت کی اِجازت پانے والا غلام :

مولانا لکھتے ہیں :

''فقہ میں لمیٹڈ کمپنی کی ایک نہایت دلچسپ نظیر موجود ہے جو لمیٹڈ کمپنی سے بہت ہی قریب ہے ۔ وہ عبد ماذون فی التجارۃ ہے ۔ یہ اپنے آقا کا مملوک ہوتا ہے اور اس کو آقا کی طرف سے تجارت کی اجازت ہوتی ہے ۔ جو تجارت وہ کرتا ہے وہ بھی مولیٰ (آقا) کی مملوک

ہوتی ہے۔ اس پر اگر دیون واجب ہوں تو وہ اس غلام کی قیمت کی حدتک محدود ہوں گے۔ اس سے زیادہ کا نہ غلام سے مطالبہ ہوسکتا ہے اور نہ مولیٰ سے'' (اسلام اور جدید معیشت وتجارت ص 83)

ہم کہتے ہیں کہ مولانا مدظلہ کی یہ بات دُرست نہیں ہے کیونکہ :

ماذون غلام اگر زندہ ہوتو صرف اتنا نہیں ہے کہ غلام کوفروخت کیا جائے گا اور اس کی قیمت قرض خواہوں میں تقسیم کردی جائے گی بلکہ قرض خواہوں کوحق حاصل ہے کہ وہ غلام کوفروخت نہ ہونے دیں اور اس سے کمائی کروا کر اپنے قرضے پورے وصول کریں اور اگر غلام فروخت بھی کر دیا جائے تب بھی قرض خواہوں کو حق حاصل ہے کہ جب کبھی وہ آزاد ہوجائے تو اس سے اپنے قرضوں کی واپسی کا مطالبہ کریں۔

وکل دین وجب علیه بتجارة...... یتعلق برقبته ...... یباع فیه و لهم استسعاء ه ایضا (درمختار)

(قوله یباع فیه) ولا یجوز بیعه الا برضی الغرماء او بامر القاضی لان للغرماء حق الاستسعاء لیصل الیهم کمال حقهم (ردالمحتار)

ویقسم ثمنه بالحصص...... وطولب الماذون بما بقی من الدین زائدا عن کسبه و ثمنه بعد عتقه لتقرر الدین فی ذمته و عدم وفاء الرقبة (درمختار)

اور ہدایہ میں ہے۔

دیونه متعلقة برقبة یباع للغرماء الا ان یفدیه المولی...... والجامع دفع الضرر عن الناس ویقسم ثمنه بینهم بالحصص لتعلق حقهم بالرقبة...... فان فضل شئی من دیونه طولب به بعد الحریة لتقرر الدین فی ذمته و عدم وفاء الرقبة''

دُوسری نظیر : مفلس مقروض

مولانا لکھتے ہیں :

''شخص حقیقی مفلس (دیوالیہ) ہوجائے تو دائنین صرف اس کے اثاثوں سے دین وصولی

کر سکتے ہیں اس سے مزید کا مطالبہ نہیں کر سکتے......البتہ اگر وہ دوبارہ غنی ہو جائے تو اَب پھر مطالبہ کیا جاسکتا ہے۔

لیکن اگر مفلس ہونے کی حالت میں اِس کی موت واقع ہو جائے تو خراب الذمۃ ہو جاتا ہے، ان کے دیون ادا ہونے کی کوئی صورت نہیں رہتی۔'' (اسلام اور جدید معیشت و تجارت ص 82)

ہم کہتے ہیں کہ مولانا مدظلہ کا یہ کہنا کہ مفلس مقروض سے مزید مطالبہ صرف اس کے غنی ہونے پر ہی کیا جاسکتا ہے دُرست نہیں کیونکہ افلاس ثابت ہونے کے بعد قرض خواہ اس کا پیچھا کرسکتا ہے تاکہ وہ جو کچھ کمائے اس میں سے کچھ وصول کرتا رہے۔ ردالمحتار میں ہے **قال فی انفع الوسائل، و بعد ما خلی القاضی سبیلہ فلصاحب الدین ان یلازمہ فی الصحیح...... ولہ ان یلازمہ بنفسہ و اخوانہ و ولدہ ممن احب (مطلب فی ملازمۃ المدیون)**

اور اگر ماذون غلام اور مفلس مقروض مر بھی جائیں تب بھی آخرت کے اعتبار سے دوسروں کا حق ان کے ذمہ باقی رہتا ہے اور آخرت میں ان کو حساب بیباق کرنا پڑے گا اور مسلمانوں کی معیشت بہرحال آخرت کے مواخذے سے بے پرواہ نہیں ہوسکتی۔ لہٰذا تدبیر معاش کی کوئی ایسی صورت تجویز کرنا یا اس کی تصویب کرنا بلکہ اس پر شرعی دلائل کی ڈھال چڑھانے کی کوشش کرنا اسلام کے بالکل خلاف ہے۔

1- عن سلمۃ بن الاکوع قال کنا جلوسا عند النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم اذ اتی یجنازۃ فقالوا صل علیھا فقال ھل علیہ دین قالوا لا فصلی علیھا ثم اتی بجنازۃ اخری فقال ھل علیہ دین قیل نعم قال فھل ترک شیئا قالوا ثلاثۃ دنانیر فصلی علیھا ثم اتی بالثالثۃ فقال ھل علیہ دین قالوا ثلاثۃ دنانیر قال ھل ترک شیئا قالوا لا قال صلوا علی صاحبکم قال ابو قتادۃ صل علیہ یا رسول اللّٰہ و علی دینہ فصلی علیہ (بخاری)

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک جنازہ لایا گیا اور لوگوں نے درخواست کی کہ آپ جنازہ پڑھا دیجئے۔ آپ ﷺ نے پوچھا کیا میت کے ذمہ کچھ قرض ہے؟ لوگوں نے جواب دیا کہ نہیں تو آپ ﷺ نے اُس کی نماز جنازہ پڑھائی۔ پھر ایک اور جنازہ لایا گیا۔

آپ نے پوچھا کیا اس کے ذمہ قرض ہے۔ کہا گیا کہ جی ہاں۔ آپ ﷺ نے پوچھا کیا اس نے کچھ ترکہ چھوڑا ہے۔ لوگوں نے جواب دیا کہ تین دینار چھوڑے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے اس کی نماز جنازہ بھی پڑھائی۔ پھر تیسرا جنازہ لایا گیا۔ آپ ﷺ نے پوچھا کیا اس کے ذمہ قرض ہے۔ لوگوں نے جواب دیا کہ اس کے ذمہ تین دینار ہیں۔ آپ نے پوچھا کیا اس نے کچھ ترکہ چھوڑا ہے لوگوں نے جواب دیا کہ نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگ اپنے ساتھی کا جنازہ خود پڑھ لو۔ اس پر ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے درخواست کی کہ ان کا قرضہ میں اپنے ذمہ لیتا ہوں آپ جنازہ پڑھا دیجئے۔ اس پر آپ ﷺ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔

2- عن ابی قتادة قال رجل یا رسول اللہ ارایت ان قتلت فی سبیل اللہ صابرا محتسبا مقبلا غیر مدبر یکفر اللہ عنی خطایای فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نعم فلما ادبر ناداہ فقال نعم الا الدین کذلك قال جبریل (مسلم)

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ اگر میں اللہ کی راہ میں اس طرح قتل کیا جاؤں کہ صبر کرتا ہوں اور ثواب کی امید رکھتا ہوں اور آگے بڑھتا ہوں پیٹھ نہیں پھیرتا تو کیا اللہ میری خطائیں معاف کر دے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں۔ جب وہ شخص واپس مڑا تو آپ نے اُسے پکارا اور فرمایا کہ ہاں مگر قرض کو معاف نہ کرے گا، اِسی طرح جبریل علیہ السلام نے بتایا۔

3- عن عبداللہ بن عمرو ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسمل قال یغفر للشھید کل ذنب الا الدین (مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا شہید کے لیے ہر گناہ معاف کر دیا جائے گا سوائے قرض کے۔

4- عن ابی ھریرة قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم نفس المومن معلقة بدینہ حتی یقضی عنہ (شافعی، احمد و ترمذی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مومن کی روح اُس پر قرض کی وجہ سے معلق رہتی ہے (اور جنت میں داخل نہیں ہوتی) یہاں تک کہ اُس کی طرف سے قرض ادا کر دیا جائے (خواہ بیت المال سے یا میت کے کسی رشتہ دار کی جانب سے یا میت کی نیکیاں دے کر یا قرض خواہوں کی

برائیاں اس کے سر ڈال کر)۔

5- عن البراء بن عازب قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم صاحب الدین ماسور بدینہ یشکو الی ربہ الوحدۃ یوم القیامۃ (شرح السنۃ)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قرضدار اپنے ذمہ قرض کی وجہ سے قید (تنہائی) میں ہوگا اور قیامت کے دن اپنے رب سے قیدِ تنہائی کی شکایت کرے گا۔

6- عن ابی موسیٰ عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال ان اعظم الذنوب عند اللّٰہ ان یلقاہ بھا عبدا بعد الکبائر التی نھی اللہ عنھا ان یموت رجل و علیہ دین لا یدع لہ قضاء (احمد و ابوداؤد)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا کہ کبیرہ گناہ جن سے اللہ نے منع کیا ہے اُن کے بعد اللہ کے نزدیک جو سب سے بڑا گناہ بندہ لے کر اُس سے ملے گا یہ ہے کہ وہ اِس حال میں مرے کہ اِس کے ذمہ قرض ہو اور اِس کی ادائیگی کے لیے کچھ نہ چھوڑا ہو۔

7- عن محمد بن عبداللہ بن جحش قال کنا جلوسا بفناء المسجد...... و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جالس بین ظھرینا فرفع رسول اللہ صلی اللہ بصرہ قبل السماء فنظر ثم طاطا بصرہ و وضع یدہ علی جبھتہ قال سبحان اللہ سبحان اللہ ماذا نزل من التشدید قال فسکتنا یومنا و لیلتنا فلم نرالا خیرا حتی اصبحنا قال محمد فسالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما التشدید الذی نزل قال فی الدین والذی نفس محمد بیدہ لو ان رجلا قتل فی سبیل اللہ ثم عاش ثم قتل فی سبیل اللہ ثم عاش ثم قتل فی سبیل اللہ ثم عاش و علیہ دین مادخل الجنۃ حتی یقضی دینہ (احمد)

حضرت محمد بن عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم مسجد کے صحن میں بیٹھے ہوئے تھے......اور رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان تشریف فرما تھے کہ آپ نے اپنی نظر آسمان کی طرف اُٹھائی اور دیکھا۔ پھر آپ نے اپنی نظر جھکالی اور اپنا ہاتھ اپنی پیشانی پر رکھا اور فرمایا سبحان اللہ! سبحان اللہ! کیا ہی سختی نازل ہوئی۔ کہتے ہیں کہ ہم ایک دن رات خاموش رہے لیکن ہم نے سوائے بھلائی کے کچھ (اور مصیبت نازل ہوتے) نہ

دیکھی۔ محمد بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں پھر میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ وہ کیا سختی نازل ہوئی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا وہ قرض کے بارے میں تھی۔ اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے اگر کوئی شخص اللہ کے راستے میں قتل کیا جائے پھر زندہ ہو پھر (دوبارہ) اللہ کی راہ میں قتل کیا جائے پھر زندہ ہو جائے پھر (تیسری مرتبہ) اللہ کی راہ میں قتل کیا جائے پھر دوبارہ (قیامت کے دن) زندہ ہو اور اُس کے ذمہ قرض ہو تو جب تک اُس کا قرضہ ادا نہ کیا جائے وہ جنت میں داخل نہ ہوگا۔

البتہ تین طرح کے لوگ ہیں جن کے قرض اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنی رحمت سے خود اُتار دیں گے۔

8- روی ابن ماجه مرفوعا ان الدائن یقتص یوم القیامة الا من تدین فی ثلاث خلال ای خصال رجل تضعف قوته فی سبیل الله فیستدین لیتقوی به علی عدوه و رجل یموت عنده المسلم فلا یجد مایجهزه الا الدین و رجل خاف علی نفسه فینکح خشیة علی دینه فان الله تعالیٰ یقضی عن هولاء یوم القیامة (مرقاة المفاتیح ص 104 ج 6)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن قرض خواہ کو پورا پورا بدلہ دلایا جائے گا مگر اُن لوگوں سے جنہوں نے تین وجہوں سے قرض لیا ہو۔ ایک وہ شخص جس کی اللہ کی راہ میں قوت کمزور ہوگئی ہو (مثلاً ہتھیار ضائع ہوگیا ہو) اور وہ قرض لے تاکہ (ہتھیار خرید کر) دشمن پر اپنی قوت کو بڑھائے۔ دُوسرا وہ شخص جس کے سامنے کسی مسلمان کی موت ہوگئی ہو اور قرض لیے بغیر وہ اِس کی تجہیز و تکفین نہ کرسکتا ہو اور تیسرا وہ شخص جو اپنے اُوپر زنا میں مبتلا ہونے کا خوف رکھتا ہو تو وہ اپنے دین کو بچانے کے لیے قرض لے کر نکاح کرلے۔ یہ لوگ ہیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اِن کی طرف سے قرض کی ادائیگی خود کریں گے۔

اسی حدیث کے مضمون کی وجہ سے ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں :

ثم قیل الدائن الذی یحبس عن الجنة حتی یقع القصاص هو الذی صرف ماastدانه فی سفه او سفر و اما من استدان فی حق واجب کفاقة و لم یترك وفاء فان الله تعالیٰ لا یحسبه عن الجنة ان شاء الله تعالیٰ لان السلطان کان علیه ان یؤدی عنه فاذا لم یؤد عنه یقض الله عنه بارضاء خصمائه.

پھر کہا گیا ہے کہ قرضدار جس کو حساب برابر کرنے تک جنت میں داخل میں داخلہ سے روک دیا جائے گا یہ وہ ہوگا جس نے لئے ہوئے قرض کو حماقت یا اسراف میں خرچ کیا ہو۔ رہا وہ جس نے کسی واجب حق کی وجہ سے مثلاً فاقہ کی وجہ سے قرض لیا ہو پھر اس کی ادائیگی کے بقدر مال نہ چھوڑا ہو تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے جنت پر داخلہ سے نہ روکیں گے کیونکہ ایسی صورت میں پہلے تو حکمران کے ذمہ آتا ہے کہ وہ بیت المال سے اس کا قرضہ ادا کرے اور جب اس نے ادا نہیں کیا تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف سے ادا کریں گے اس طرح سے کہ اس کے قرض خواہوں کو اللہ تعالیٰ اپنے پاس سے کچھ دے کر راضی کرلیں گے۔

یہاں یہ بات زیادہ غور طلب نہیں کہ ماذون غلام اور کمپنی کے ڈائریکٹر جو قرض حاصل کرتے ہیں ان کو کوئی سخت مجبوری تو کیا عام مجبوری بھی نہیں ہوتی۔

تیسری نظیر : مضارب اور رَبّ المال

مولانا لکھتے ہیں :

''جب تک رب المال مضارب کو دوسروں سے قرض لینے کی اجازت نہ دے مضاربت میں بھی رب المال کی ذمہ داری اس کے سرمائے تک محدود ہوتی ہے چنانچہ اگر رب المال نے مضارب کو سرمایہ دیا اور مزید قرض لینے کی اجازت نہیں دی پھر کاروبار کے نتیجہ میں مضارب پر دیون واجب ہوگئے تو ایسی صورت میں رب المال کا زیادہ سے زیادہ اس کے سرمائے کی حد تک نقصان ہوگا اس سے زیادہ کا رب المال سے مطالبہ نہیں ہوگا بلکہ اس سے زیادہ کا ذمہ دار مضارب ہوگا کیونکہ اس نے رب المال کی اجازت کے بغیر قرضے لیے ہیں اس لیے وہی ان کا ذمہ دار ہے۔ ایسے ہی شیئر ہولڈر جو خود عمل نہ کر رہا ہے تو اس کی ذمہ داری کے محدود ہونے کی شرط مضاربت کے اصول پر صحیح معلوم ہوتی ہے۔

البتہ یہاں یہ شبہ ہوسکتا ہے کہ تقریباً تمام کمپنیوں کے پراسپکٹس میں یہ بات درج ہوتی

ہے کہ کمپنی ضرورت کے مواقع پر بنکوں وغیرہ سے قرض لے سکے گی اوراور جولوگ کمپنی کے شیئر ہولڈرز بنتے ہیں ان کو یہ بات معلوم ہوتی ہے لہٰذا جب وہ پراسپکٹس کو دیکھ کر کمپنی کے حصہ دار بنتے ہیں تو ان کی طرف سے گویا معنوی اجازت ہے کہ کاروبار کے لیے قرض لیا جاسکتا ہے اور جب رب المال مضارب کو قرض کی اجازت دے دے تو اس کی ذمہ داری محدود نہیں رہتی۔

لیکن اس شبہ کا یہ جواب ہوسکتا ہے کہ پراسپکٹس ہی میں یہ بات بھی درج ہوتی ہے کہ شیئر ہولڈرز کی ذمہ داری محدود ہوگی جس کا مطلب یہ ہوا کہ حصہ داروں کی طرف سے کمپنی کو قرض لینے کی اجازت اس شرط کے ساتھ ہوتی ہے کہ ہم پر ان قرضوں کی ذمہ داری لگائے ہوئے سرمائے سے زیادہ نہ ہو۔ لہٰذا اس کی صحیح نظیر یہ ہے کہ رب المال مضارب کو اس شرط کے ساتھ قرض لینے کی اجازت دے کہ اس کی ذمہ داری وہ خود برداشت کرے۔'' (اسلام اور جدید معیشت وتجارت ص 82)

ہم کہتے ہیں کہ مولانا کا یہ پورا کلام تین اعتبار سے محل نظر ہے :

1- مولانا مدظلہ نے یہاں دین اور قرض کو خلط کر دیا۔ مضاربت مطلق ہو تو مضارب کو قرض لینے کا اختیار نہیں ہوتا جب تک رب المال خود اس کی مستقل طور پر اجازت نہ دیدے جبکہ مضارب کو نقد یا اُدھار مال خریدنے اور فروخت کرنے کا اختیار ہوتا ہے۔ مال اُدھار خریدنے سے دیون واجب ہوتے ہیں۔ مضارب نے رب المال کی اجازت کے بغیر قرض لیے ہوں تو ان کی ذمہ داری تو مضارب پر ہوگی لیکن دیون کی ذمہ داری تو رب المال پر ہوگی۔ مثلاً رب المال نے مضارب کو ایک لاکھ روپیہ دیا۔ مضارب نے پچاس ہزار کا سامان ادھار خریدا۔ پھر کسی قدرتی آفت سے یہ سارا مال اور نقدی ہلاک ہوگئی تو رب المال مزید پچاس ہزار کا ضامن ہوگا۔

1- **ویملك المضارب فی المطلقة التی لم تقید...... البیع ولو فاسدا بنقد و نسیئة متعارفة (در مختار ص 540 ,470)**

ولا یملك الاقراض والا ستدانة و ان قیل له ذلك ای اعمل برایك لانهما لیسا من

صنیع التجار فلم یدخلا فی التعمیم ما لم ینص المالک علیھما فیملکھما (درمختار ص 541 ج 4)

(قولہ والاستدانة) کما اذا اشتری سلعة بثمن دین و لیس عندہ من مال المضاربة شئی من جنس ذلک الثمن. فلو کان عندہ من جنسہ کان شراء علی المضاربة ولم یکن من الاستدانة فی شئی (رد المختار ص 541 ج 4)

2- مولانا مدظلہ کا یہ آخری جملہ کہ ''رب المال مضارب کو اس شرط کے ساتھ قرض لینے کی اجازت دے کہ اس کی ذمہ داری وہ خود برداشت کرے'' اگر اس سے مراد مطلق قرض ہے خواہ کتنی ہی مقدار کا ہو تو اس شرط کو لگانا ہی فضول ہے کیونکہ مضاربت مطلق ہو تب بھی مضارب کو قرض لینے دین کا اختیار نہیں ہوتا۔ یہ اختیار اسی وقت ملتا ہے جب رب المال خود اس کی مستقل طور پر اجازت دے دے۔

3- اور اگر مولانا مدظلہ کی مراد ہے کہ سرمائے کی حد تک رب المال مضارب کو قرض لینے کی اجازت دیتا ہے زیادہ کی نہیں جیسا کہ یہ بات مولانا کے اس جملہ سے عیاں ہے کہ ''حصہ داران کی طرف سے کمپنی کو قرض لینے کی اجازت اس شرط کے ساتھ ہوتی ہے کہ ہم پر ان قرضوں کی ذمہ داری لگائے ہوئے سرمایے سے زیادہ نہ ہو'' تب بھی یہ بے بات کی بات ہے کیونکہ رب المال مضارب کو ایک لاکھ روپے دیتا ہے اور کہتا ہے کہ تمہیں قرض لینے کی اجازت ہے لیکن مجھ پر تمہارے لئے ہوئے قرض کا ذمہ میرے لگائے ہوئے سرمائے سے زیادہ نہ ہوگا۔ مضارب اس مشروط اجازت پر کسی سے دس ہزار روپے قرض لیتا ہے اور کل ایک لاکھ دس ہزار کا سامان خریدتا ہے۔ پھر کسی قدرتی آفت سے سارا مال ہلاک ہو جاتا ہے۔ اب مضارب رب المال کو کہتا ہے کہ تم نے سرمائے کی حد تک قرض لینے کی اجازت دی تھی اور میں نے صرف دس ہزار کا قرض لیا ہے۔ لہٰذا تم اس قرض کے دینے کے ذمہ دار ہو۔ اور یہ صورت دس ہزار روپے تو کیا صرف دس روپے کے قرض میں بھی جاری ہوتی ہے۔

غرض قرض میں محدود ذمہ داری کی صورت صرف یہ ہے کہ رب المال مضارب کو قرض لینے کی اجازت سرے ہی سے نہ دے تاکہ نہ تو رب المال پر قرض کی ذمہ داری آئے۔ اور نہ ہی اس کو قرض کا فائدہ حاصل ہو جو اس طرح ہوتا ہے کہ مضارب قرض کی رقم بھی تجارت میں لگاتا ہے جس سے ظاہر ہے کہ نفع زیادہ

ہوتا ہے۔

اِسی طرح کمپنی کے شیئر ہولڈرز کی قرض میں ذمہ داری صرف اِسی صورت میں محدود ہوگی جب اِن کی طرف سے ڈائریکٹران کو قرض لینے کی اجازت مطلقاً نہ ہو ورنہ اِس کا مطلب تو یہ ہوگا کہ وہ قرض کے منافع تو کسی حد کے بغیر لینا چاہتے ہیں جبکہ قرض کی ذمہ داریوں کو اپنے اوپر محدود بلکہ مسدود رکھنا چاہتے ہیں۔ یہ بات الغرم بالغنم کے ضابطہ کے خلاف ہے۔

II- مولانا عثمانی مدظلہ کی تجویز کہ محدود ذمہ داری صرف پبلک کمپنیوں تک رہے :

So, the concept could be restricted, to the public companies only who issue their shares to the general public and the number of whose shareholders is so large that each one of them cannot be held responsible for the day- to- day affairs of the business and for the debts exceeding the assets.

As for the private companies or the partnerships, the concept of limited laibility should not be applied to them, because, practically, each one of their shareholders and partners can easily acquire knowledge of the day-to-day affairs of the business and should be held responsible for all its liabilities.

There may be an exception for the sleeping partners or the shareholders of a private company who do not take part in the business practically and their liability may be limited as per agreement between the partners.

If the sleeping partners have a limited liability under this

agreement, it means, in terms of Islamic jurisprudence, that they have not allowed the working partners to incur debts exceeding the value of the assets of the business. In this case, if the debts of the business increase from the specified limit, it will be the sole responsibility of the working partners who have exceeded the limit. (Meezan Bank's guide to Islamic Banking p 231, 232)

''لٰہذا یہ تصور صرف پبلک کمپنیوں تک محدود رکھا جاسکتا ہے جو اپنے حصص پبلک کے لیے جاری کرتی ہیں اور جن کے حاملین حصص اتنے زیادہ ہوتے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک کو روزمرہ کے تجارتی معاملات اور اثاثوں سے زائد قرضہ جات کا ذمہ دار نہیں بنایا جاسکتا۔ جہاں تک پرائیویٹ کمپنی یا شراکت کا تعلق ہے تو ان میں محدود ذمہ داری نہیں ہونی چاہیے کیونکہ اِن کا ہر حامل حصص یا ہر شریک روزمرہ کے تجارتی معاملات پر واقف ہوسکتا ہے اور اس لئے وہ اس کی تمام ادائیگیوں کا ذمہ دار بن سکتا ہے۔ البتہ پرائیویٹ کمپنی کے غیر عمیل شریک (Sleeping Partner) یا حامل حصص جو تجارت میں عملاً شریک نہیں ہیں ان کی ذمہ داری محدود ہوسکتی ہے۔

اگر شرکاء کے مابین سمجھوتے کے تحت غیر عمیل شریک کو محدود ذمہ داری حاصل ہو تو فقہی اعتبار سے یوں سمجھا جائے گا کہ انہوں نے عمیل شرکاء کو اثاثہ جات سے زیادہ قرض لینے کی اجازت نہیں دی۔ اس صورت میں اگر کاروباری قرض اثاثہ جات کی مالیت سے تجاوز کر جائیں تو ان کی ذمہ داری محض عمیل پر ہوگی''۔

ہم کہتے ہیں کہ مولانا تقی عثمانی مدظلہ کی اِس عبارت میں بھی چند باتیں محلِ نظر ہیں :

1- مولانا نے پہلے تو یہ لکھا کہ ''پرائیویٹ کمپنی اور شراکت میں محدود ذمہ داری نہیں ہونی چاہیے'' اور اِس کی وجہ یہ بتائی کہ ''ان کا ہر حامل حصص یا ہر شریک کاروبار کے روزمرہ معاملات پر واقف ہوسکتا ہے اور

اس لیے وہ اس کی تمام ادائیگیوں کا ذمہ دار بن سکتا ہے۔''

خط کشیدہ الفاظ یعنی ''ہر حامل حصص یا ہر شریک'' میں عموم کی وجہ سے غیر عمیل شریک بھی داخل ہے اور ہر وہ حامل حصص بھی جو تجارت میں عملاً شریک نہیں۔

لیکن دُوسرے ہی لمحے مولانا یہ لکھتے ہیں : ''البتہ پرائیویٹ کمپنی کے غیر عمیل شریک یا حامل حصص جو تجارت میں عملاً شریک نہیں ہیں اُن کی ذمہ داری محدود ہوسکتی ہے۔''

2- مولانا مدظلہ کی اِس بات کو بھی تسلیم کرلیا جائے کہ پرائیویٹ کمپنی کے عمیل شرکاء جو تجارت میں عملاً شریک ہیں اور روزمرہ کے کاروباری معاملات اور کمپنی کے اثاثوں اور قرضہ جات کی تفصیل سے واقف ہوتے ہیں اور نہیں تو ہوسکتے ہیں ان کی ذمہ داری محدود نہیں ہونی چاہیے تو پھر یہی بات ہم پبلک کمپنی کے ڈائریکٹران کے بارے میں بھی کہہ سکتے ہیں کہ وہ روزمرہ کے کاروباری معاملات سے واقف ہوتے ہیں اور تمام اثاثوں اور قرضہ جات کی تفصیل ان کے سامنے ہوتی ہے کیونکہ وہ خود ہی سب کچھ کررہے ہوتے ہیں لہٰذا ان کی ذمہ داری بھی محدود نہیں ہونی چاہیے۔

علاوہ ازیں خود مولانا مضارب اور رب المال کی نظیر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

'' لیکن یہاں شرعی نقطہ نظر سے اصل اشکال یہ ہے کہ مضاربت میں رب المال کی ذمہ داری تو محدود ہوتی ہے مگر مضارب کی ذمہ داری محدود نہیں ہوتی۔ لہٰذا دائنین رب المال کے سرمائے میں زائد دیون مضارب سے وصول کرسکتے ہیں چنانچہ دائنین کا ذمہ خراب نہیں ہوتا۔'' (اسلام اور جدید معیشت وتجارت ص 82)

غرض مولانا مدظلہ کی خود کی بتائی ہوئی مضاربت کی نظیر کو دیکھیں یا اس بات کو پیش نظر رکھیں کہ پبلک کمپنی کے ڈائریکٹران تمام امور سے نہ صرف واقف ہوتے ہیں بلکہ خود متصرف بھی ہوتے ہیں۔ مولانا مدظلہ کے پاس پبلک کمپنی کے ڈائریکٹر اور پرائیویٹ کمپنی کے ڈائریکٹر کے درمیان فرق کرنے کی کوئی ٹھوس وجہ نہیں ہے اور وہ جواب میں صرف اتنا کہتے ہیں کہ :

''لیکن کمپنی کے ڈائریکٹران کی ذمہ داری بھی محدود ہے اور خود کمپنی جو شخص قانونی ہے اِس کی ذمہ داری بھی محدود ہے۔''

حالانکہ غور کرنے کا مقام یہی تو ہے کہ جب ڈائریکٹران کے ذمہ داری ہونے کے تمام اسباب موجود ہیں تو پھر غیر شرعی ملکی قانونی نے ان کو کیوں نظر انداز کیا اور ایک فرضی شخص کا سہارا لے کر ان کو مالی تحفظ کیوں فراہم کیا اور کیا شریعت اس کی تائید یا تصویب کرتی ہے۔

III- کمپنی کی محدود ذمہ داری کے حق میں دی گئی مولانا عثمانی کی ایک اور دلیل اور اُس کا جواب :

مولانا تقی عثمانی مدظلہ لکھتے ہیں :

''خصوصاً جبکہ کمپنی کے ساتھ معاملہ کرنے والا یہ دیکھ کر معاملہ کرتا ہے کہ یہ کمپنی لمیٹڈ ہے میرا حق صرف اثاثوں کی حد تک محدود ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ لمیٹڈ کمپنی کے ساتھ لمیٹڈ لکھنا ضروری ہوتا ہے۔ پھر کمپنی کی بیلنس شیٹ بھی شائع ہوتی رہتی ہے۔ قرض دینے والا بیلنس شیٹ کے ذریعے سے کمپنی کا مالی استحکام دیکھ کر قرض دیتا ہے۔ غرضیکہ جو شخص بھی لمیٹڈ کمپنی سے معاملہ کرتا ہے وہ علی بصیرۃ کرتا ہے۔ اس میں کسی قسم کا دھوکہ یا فراڈ نہیں ہوتا۔'' (اسلام اور جدید معیشت و تجارت ص 83)

مولانا مدظلہ کی بات کا جواب یہ ہے کہ اِسلام میں دین و قرض کی ذمہ داری سے سبکدوشی کے صرف دو ہی طریقے ہیں، یا تو مقروض کی جانب سے ادائیگی یا قرض دہندہ و دائن کی جانب سے معافی۔

الدین الصحیح هو فی التنویر وغیره مالا یسقط الا بالاداء او الابراء (شرح المجله ص 24 ,37)

اَب جب شریعت قرض و دین سے سبکدوشی کے صرف دو ہی طریقے بتاتی ہے اور ان کے نہ ہوتے ہوئے قرض و دین کی ذمہ داری کو قیامت تک باقی بتاتی ہے اور قرض لینے کی کوئی مجبوری بھی نہیں ہے تو محدود ذمہ داری صرف سرمایہ دارانہ ذہنیت کا تحفظ ہے تو اِس کا کیسے اعتبار کیا جا سکتا ہے۔

علاوہ ازیں اِس میں دو باتیں اور بھی ہیں :

1- جیسے ہم نے مثال دے کر بتایا تھا کہ نقصان کسی قدرتی آفت سے اچانک بھی ہو سکتا ہے۔ لہٰذا کمپنی کے مالی استحکام کو دیکھ کر دین کا معاملہ کرنے کے باوجود دائن کو نقصان اٹھانے کی نوبت آ سکتی ہے جس کے لئے وہ ذہنی طور پر تیار نہ ہو۔ (باقی صفحہ ۴۹)

گلدستۂ اَحادیث

﴿ حضرت مولانا نعیم الدین صاحب، فاضل جامعہ مدنیہ لاہور ﴾

جمعہ کی نماز کے لیے تین قسم کے لوگ آتے ہیں :

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یَحْضُرُ الْجُمُعَةَ ثَلٰثَةُ نَفَرٍ فَرَجُلٌ حَضَرَھَا بِلَغْوٍ فَذَالِکَ حَظُّهٗ مِنْھَا ، وَرَجُلٌ حَضَرَھَا بِدُعَاءٍ فَھُوَ رَجُلٌ دَعَا اللّٰہَ اِنْ شَاءَ اَعْطَاہُ وَاِنْ شَاءَ مَنَعَهٗ ، وَرَجُلٌ حَضَرَھَا بِاِنْصَاتٍ وَسُکُوْتٍ وَلَمْ یَتَخَطَّ رَقَبَةَ مُسْلِمٍ وَلَمْ یُؤْذِ اَحَدًا فَھِیَ کَفَّارَةٌ اِلَی الْجُمُعَةِ الَّتِیْ تَلِیْھَا وَزِیَادَةِ ثَلٰثَةِ اَیَّامٍ وَذَالِکَ بِاَنَّ اللّٰہَ یَقُوْلُ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِھَا. (ابو داؤد بحوالہ مشکوۃ ص ۱۲۳)

حضرت عبداللہ بن عَمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا : جمعہ (کی نماز) کے لیے تین قسم کے لوگ آتے ہیں۔ایک وہ شخص جو لغو کلام اور بے کار کام کے ساتھ آتا ہے۔چنانچہ جمعہ کی حاضری میں اُس کا یہی حصّہ ہے (یعنی وہ جمعہ کے ثواب سے محروم رہتا ہے اور لغو کلام و بے کار کام اُس کے حصہ میں آتا ہے) دُوسرا وہ شخص ہے جو جمعہ میں دُعاء کے لیے آتا ہے (چنانچہ وہ خطبہ کے وقت دُعاء میں مشغول رہتا ہے یہاں تک کہ اُس کی دُعاء اُسے خطبہ سُننے یا خطبہ کے کمالِ ثواب سے باز رکھتی ہے) پس یہ شخص اللہ کے حضور میں دُعاء کرتا ہے (اِس شخص کے متعلق اللہ کی مرضی ہے کہ) چاہے تو اِس کی دُعاء قبول کرلے چاہے تو قبول نہ کرے۔تیسرا وہ شخص ہے جو جمعہ میں آتا ہے تو خاموشی اور سکوت کو اختیار کرتا ہے نہ وہ کسی مسلمان کی گردن پھلانگتا ہے اور نہ کسی کو اَذیت دیتا ہے اِس کے لیے یہ جمعہ اُس جمعہ تک جو اِس سے ملا ہوا ہے بلکہ مزید تین دن تک کے گناہوں کا کفارہ ہوجاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو کوئی ایک نیکی کرے گا اُس کو اِس نیکی کا دس گنا ثواب ملے گا۔

تین چیزوں میں شفاء ہے :

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلشِّفَاءُ فِیْ ثَلٰثٍ فِیْ شِرْطَۃِ مِحْجَمٍ اَوْ شَرْبَۃِ عَسْلٍ اَوْ کَیَّۃٍ بِنَارٍ وَاَنَا اَنْھٰی اُمَّتِیْ عَنِ الْکَیِّ .

(بخاری بحوالہ مشکوۃ ص ۳۸۷)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا : شفاء تین چیزوں میں ہے (۱) نِشتر یا اُسترے کے ذریعہ پچھنے لگانے میں (۲) شہد پینے میں (۳) اور آگ سے داغنے میں، لیکن میں اپنی اُمت کو داغنے سے منع کرتا ہوں۔

ہر مہینہ تین دن صبح شہد چاٹنے سے بڑی بلاء سے حفاظت ہوتی ہے :

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ لَعِقَ الْعَسْلَ ثَلٰثَ غُدْوَاتٍ فِیْ کُلِّ شَھْرٍ لَمْ یُصِبْہُ عَظِیْمٌ مِّنَ الْبَلَاءِ.

(ابنِ ماجہ، شعب الایمان للبیھقی بحوالہ مشکوۃ ص ۳۹۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا : جو شخص ہر مہینے تین دن صبح (نہار مُنہ) شہد چاٹ لیا کرے تو اُسے کوئی بڑی مصیبت (بیماری) پیش نہیں آئے گی۔

ستارے تین کاموں کے لیے پیدا کیے گئے ہیں :

عَنْ قَتَادَۃَ قَالَ خَلَقَ اللّٰہُ تَعَالٰی ھٰذِہِ النُّجُوْمَ لِثَلٰثٍ جَعَلَھَا زِیْنَۃً لِلسَّمَآءِ وَرُجُوْمًا لِّلشَّیَاطِیْنِ وَعَلَامَاتٍ یُّھْتَدٰی بِھَا فَمَنْ تَاَوَّلَ فِیْھَا بِغَیْرِ ذَالِکَ اَخْطَأَ وَاَضَاعَ نَصِیْبَہٗ وَتَکَلَّفَ مَالَا یَعْلَمُ .

(بخاری بحوالہ مشکوۃ ص ۳۹۴)

حضرت قتادہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ستارے تین کاموں کے لیے پیدا فرمائے ہیں (۱) آسمان کی زینت کے لیے (۲) شیاطین کو مارنے کے لیے (۳) علامات ونشانی کے

لیے کہ لوگ اِن کے ذریعہ (جنگل و دریا میں) راستہ معلوم کرسکیں۔ جس شخص نے اِن (ستاروں) میں کوئی اور غرض بیان کی تو اُس نے خطا کی اور اپنا حصّہ ضائع کیا اور اُس چیز کا تکلف کیا جس کو وہ نہیں جانتا (یعنی اُس چیز کے جاننے کا دعوٰی کیا جس کا اُس کو کوئی علم نہیں)۔

ف : حدیثِ پاک میں اپنا حصّہ ضائع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اُس نے اپنے آپ کو اِس طرح لایعنی اور بے کار اُمور میں مبتلا کیا جن کا کوئی فائدہ نہ دُنیا میں حاصل ہوتا ہے نہ آخرت میں، اِس طرح اُس نے گویا اپنی عمر عزیز کا قیمتی حصّہ ضائع کیا۔

بقیہ : کمپنیوں کی محدود ذمہ داری کی شرعی حیثیت

2- کمپنی کو قرض عام طور سے بینکوں اور مالی اداروں سے ملتے ہیں جو کمپنی سے بھی بڑھ کر سرمایہ دارانہ ذہنیت رکھتے ہیں۔ وہ رہن وگروی کے بغیر تو قرض دیتے ہی نہیں۔ کمپنی کے مالی خسارہ یا خستہ حالات کے باوجود اگر وہ مالیاتی ادارے رہن کی اصل مالیت سے کہیں بڑھ کر قرض دیتے ہیں تو ایسا ان کے ملازمین کی کمپنی کے ساتھ ملی بھگت سے ہی ہوسکتا ہے۔

3- کمپنی کی مالی حالت کچھ کمزور دیکھ کر بھی اگر کوئی اس کے ساتھ دین کا معاملہ کرتا ہے تو دین کی وصولی کی توقع پر کرتا ہے۔ خواہ اصالتہ یا تحلیل شدہ کمپنی کے اثاثوں سے۔ معافی کی نوبت تو اس کے بعد آتی ہے اور کمپنی کو قانونی طور پر جو محدود ذمہ داری حاصل ہے اس کی بنیاد پر اس کی طرف معافی طلب کرنے کو منسوب بھی نہیں کیا جاسکتا اور جب کمپنی کی جانب سے معافی کی طلب نہیں ہے تو دائن کی طرف بھی معاف کرنے کو مقدر نہیں مانا جاسکتا۔ لہٰذا مولانا مدظلہ کا یہ فرمانا کہ ''جو شخص بھی لمیٹڈ کمپنی سے معاملہ کرتا ہے وہ علی بصیرۃ کرتا ہے اس میں کسی قسم کا دھوکہ یا فراڈ نہیں ہوتا'' حقیقت سے بہت دُور ہے۔ و آخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین.

ماہِ رجب کے فضائل واحکام

﴿ حضرت مولانا مفتی محمد رضوان صاحب ﴾

ماہِ رجب عظمت وفضیلت والا مہینہ :

رجب کا مہینہ اُن چار مہینوں میں سے ہے جو کہ حرمت ، عظمت وفضیلت والے ہیں۔قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

" اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَاللّٰهِ اثْنَاعَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ " (سورہ توبہ آیت ۳۶ پ۱۰)

"یقیناً شمار مہینوں کا (جو کہ) کتاب ِالٰہی (یعنی احکامِ شرعیہ) میں اللہ کے نزدیک (معتبر ہیں) بارہ مہینے (قمری) ہیں (اور کچھ آج سے نہیں بلکہ) جس روز اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین پیدا کیے تھے (اُسی روز سے ، اور) ان میں چار خاص مہینے اَدب کے ہیں (ذیقعدہ ، ذی الحجہ ، محرم ، رجب) ، یہی (امرِ مذکور) دین مستقیم ہے (یعنی ان مہینوں کا بارہ ہونا اور چار کا بالتخصیص اَشْھُرِ حُرُم ہونا) سوتم اِن سب مہینوں کے بارے میں (دین کے خلاف کر کے جو کہ موجبِ گناہ ہے) اپنا نقصان مت کرنا"۔(بیان القرآن ملخص)

امام جصاصؒ نے احکام القرآن میں فرمایا ہے کہ ان میں اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ (چار) متبرک مہینوں کا خاصہ یہ ہے کہ ان میں جو شخص کوئی عبادت کرتا ہے اُس کو بقیہ مہینوں میں بھی عبادت کی توفیق اور ہمت ہوتی ہے ، اسی طرح جو شخص کوشش کر کے اِن مہینوں میں اپنے آپ کو گناہوں اور برے کاموں سے بچالے تو باقی سال کے مہینوں میں اُس کو اُن برائیوں سے بچنا آسان ہو جاتا ہے ، اس لیے ان مہینوں سے فائدہ نہ اُٹھانا ایک عظیم نقصان ہے۔(معارف القرآن ج ۴ ص ۳۷۱ تا ۳۷۲)

جب نبی کریم ﷺ رجب کے مہینے کا چاند دیکھتے تو یہ دُعا فرمایا کرتے تھے :

" اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْ رَجَبَ وَشَعْبَانَ وَبَلِّغْنَا رَمَضَانَ "(مشکوٰۃ ص۱۲۱ باب الجمعة فصل ثالث . مجمع الزوائد ج۲ ص۱۶۵، مسند بزار، طبرانی کبیر ، بیھقی فی شعب الایمان وضعفہٗ)

''اے اللہ! ہمارے لیے رجب اور شعبان کے مہینوں میں برکت عطا فرمائیے اور ہمیں رمضان کے مہینے تک پہنچا دیجیے۔''

یعنی ان مہینوں میں ہماری طاعت وعبادت میں برکت عطا فرما اور ہماری عمر لمبی کر کے رمضان تک پہنچا تا کہ رمضان کے اعمال روزہ اور تراویح وغیرہ کی سعادت حاصل کریں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ نے رجب اور شعبان کے مہینوں میں برکت ہونے کی دعا فرمائی ہے، تو حضور ﷺ کے اس اِرشاد سے رجب اور شعبان کے مہینے کا برکت والا ہونا ظاہر ہوا۔ (رسالہ ''شعبان المعظم'' ص۶۷، مرتبہ حافظ تنویر احمد شریفی صاحب الخطاط، مضمون حضرت مفتی محمد عاشق الٰہی صاحب بلند شہریؒ)

رجب کی پہلی رات کی فضیلت :

اور کیونکہ یہ مہینہ مبارک مہینہ ہے، اور حضور ﷺ اس مہینہ کا چاند دیکھ کر برکت کی دُعا بھی فرماتے تھے، اسی وجہ سے اس بابرکت مہینہ کی ابتدائی رات کو خاص فضیلت عطا ہوئی اور اِس میں دُعا کی قبولیت کی زیادہ فضیلت بیان کی گئی ہے، تا کہ اس بابرکت مہینہ کا آغاز ہی دعاؤں کے ساتھ ہو، اور پھر پورے مہینے اِس دُعا کی برکت قائم رہے۔

''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا پانچ راتیں ایسی ہیں جن میں دُعا ردنہیں کی جاتی، اور وہ جمعہ کی رات، رجب کی پہلی رات، نصف شعبان کی رات اور عیدین کی دونوں راتیں ہیں''۔ (عبدالرزاق ج ۴ ص ۳۱۷۔ بیہقی فی شعب الایمان ج ۲ ص ۱۳۔ فضائلُ الاوقات ص۳۱۲ باب فضل العید رقم الحدیث ۱۴۹)

ماہِ رجب میں روزے :

گزشتہ تفصیل سے معلوم ہو گیا کہ رجب کا مہینہ عظمت وشرافت والے مہینوں میں سے ہے جن کو عربی

میں حرمت والے مہینے کہا جاتا ہے اور اِن مہینوں میں عبادت واطاعت کی خاص فضیلت اسلام میں اب بھی باقی ہے اور روزہ بھی عبادت واطاعت میں داخل ہے، اِس نقطۂ نظر سے اِس مہینہ میں روزہ رکھنا بھی باعثِ فضیلت ہے اور حرمت والے مہینوں میں روزے رکھنے کا بطورِ خاص بعض احادیث میں ذکر بھی ملتا ہے نیز بعض محدثین وفقہاءِ کرام کی تصریحات سے بھی حرمت والے مہینوں میں روزے رکھنے کا مستحب ومندوب ہونا ثابت ہے۔

''حضرت عطاء سے مروی ہے کہ حضرت عروہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا رسول اللہ ﷺ رجب کے مہینے میں روزہ رکھتے تھے؟ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ بے شک (رکھتے تھے) اور اِس مہینے کو عظمت والا شمار کرتے تھے۔''

(کنز العمال ج۸ ص۶۵۷ رقم ۲۴۶۰۱، لطائف لا بن رجب)

فتاوٰی عالگیری میں ہے :

''اور مستحب روزے کئی قسم کے ہیں اوّل محرم کے روزے، دوسرے رجب کے روزے اور تیسرے شعبان اور عاشوراء کے دن کا روزہ۔

(فتاوٰی هندیه ج۱ ص۲۰۲ کتاب الصوم قبیل الباب الرابع)

۲۲ر رجب کے کونڈے :

آج کل رجب کے مہینے میں ۲۲ر تاریخ کو بڑی دھوم دھام کے ساتھ جو رسم انجام دی جاتی ہے وہ کونڈوں کی رسم ہے، اور اس کی نسبت حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ کی طرف کی جاتی ہے، اور کونڈوں کے متعلق مختلف گھڑی ہوئی داستانیں اور واقعات بھی چھاپ کر لوگوں میں عام کیے جاتے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ نے کونڈوں کی اِس رسم کو انجام دینے کا حکم فرمایا تھا اور اِس رسم کو انجام دینے والے کی منت پوری کرنے کی ذمہ داری قبول کی تھی۔ حالانکہ یہ بے پر کی باتیں سراسر جھوٹ ہیں اور حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ پر سخت تہمت ہے کہ انہوں نے اپنی زندگی ہی میں اپنی فاتحہ دلا کر منت پوری کرنے کی یوں ذمہ داری لی ہو۔ آپ کا دامن ایسی لغو باتوں سے پاک ہے، اور دینی علوم کی بصیرت میں ان کا بلند مقام ہے۔

کونڈوں کی رسم کی شرعی حیثیت :

اب کونڈوں کی رسم کی شرعی حیثیت بزرگانِ دین کی تحقیق کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیں۔حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

کونڈوں کی مروجہ رسم مذہب اہلِ سنت والجماعت میں محض بے اصل ، خلافِ شرع اور بدعتِ ممنوعہ ہے کیونکہ بائیسویں رجب نہ حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخ پیدائش ہےاور نہ تاریخ وفات۔حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ۸؍رمضان ۸۰ھ یا ۸۳ھ میں ہوئی اور وفات شوال ۱۴۸ھ میں ہوئی۔پھر بائیسویں رجب کی تخصیص کیا ہے؟اوراس تاریخ کو حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ سے کیا خاص مناسبت ہے؟ ہاں بائیسویں رجب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی تاریخ وفات ہے۔(دیکھو تاریخ طبرانی ذکرِ وفاتِ معاویہؓ) اِس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس رسم کو محض پردہ پوشی کے لیے حضرت امام جعفر صادقؒ کی طرف منسوب کیا گیاورنہ درحقیقت یہ تقریب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کی خوشی میں منائی جاتی ہے۔جس وقت یہ رسم ایجاد ہوئی،اہلِ سنت والجماعت کا غلبہ تھا،اس لیے یہ اہتمام کیا گیا کہ شیرینی بطورِ حصہ اعلانیہ نہ تقسیم کی جائے،تا کہ راز فاش نہ ہو، بلکہ دشمنانِ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ خاموشی کے ساتھ ایک دوسرے کے یہاں جا کر اُسی جگہ یہ شرینی کھالیں جہاں اُس کو رکھا گیا ہے اوراس طرح اپنی خوشی ومسرت ایک دوسرے پر ظاہر کریں۔جب کچھ اس کا چرچا ہوا تو اس کو حضرت امام جعفر صادق رحمہ اللہ کی طرف منسوب کر کے یہ تہمت امام موصوف پر لگائی کہ انہوں نے خود خاص اس تاریخ میں اپنی فاتحہ کا حکم دیا ہے حالانکہ یہ سب من گھڑت باتیں ہیں۔لہٰذا برادرانِ اہلِ سنت کو اِس رسم سے بہت دور رہنا چاہیے،نہ خود اس رسم کو بجالائیں اور نہ اس میں شرکت کریں۔

(فتاوٰی محمودیہ ج ۱ ص ۲۲۰ تا ۲۲۱)

ایصالِ ثواب جس کو چاہے، جب چاہے بلاکسی التزامِ تاریخ ومہینہ وغیرہ کے کرنے میں

کوئی مضائقہ نہیں بلکہ بہت بہتر ہے، لیکن کونڈہ کرنا جیسا کہ رواج ہے بے اصل اور بدعت ہے۔ (ایضاً ج ۱ ص ۱۸۴)

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانویؒ ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں :

کونڈوں کی مروج رسم دشمنانِ صحابہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات پر اظہارِ مسرت کے لیے ایجاد کی ہے۔ ۲۲/ رجب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی تاریخ وفات ہے (طبری۔ استیعاب) ۲۲/ رجب کو حضرت جعفر صادقؒ سے کوئی تعلق نہیں نہ اِس میں اُن کی ولادت ہوئی نہ وفات۔ حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ کی ولادت ۸/ رمضان ۸۰ھ یا ۸۳ھ کی ہے اور وفات شوال ۱۴۸ھ میں ہوئی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس رسم کو محض پردہ پوشی کے لیے حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ کی طرف سے منسوب کیا جاتا ہے ورنہ درحقیقت یہ تقریب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کی خوشی میں منائی جاتی ہے جس وقت یہ رسم ایجاد ہوئی شیعہ مسلمانوں سے مغلوب وخائف تھے، اس لیے یہ اہتمام کیا گیا کہ شیرینی اعلانیہ تقسیم نہ کی جائے تاکہ راز فاش نہ ہو بلکہ دشمنانِ حضرت معاویہ خاموشی کے ساتھ ایک دُوسرے کے ہاں جا کر اُسی جگہ یہ شیرینی کھالیں جہاں اُس کو رکھا گیا ہے اور اِس طرح اپنی خوشی ومسرت ایک دوسرے پر ظاہر کریں۔ جب اِس کا چرچا ہوا تو اس کو حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ کی طرف منسوب کر کے یہ تہمت ان پر لگائی کہ انہوں نے خود اس تاریخ کو اپنی فاتحہ کا حکم دیا ہے، حالانکہ یہ سب من گھڑت ہے۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ ہرگز ایسی رسم نہ کریں بلکہ دوسروں کو بھی اس کی حقیقت سے آگاہ کر کے اس سے بچانے کی کوشش کریں۔ (احسن الفتاوٰی ج ۱ ص ۳۶۸)

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم فرماتے ہیں :

اِس سے بھی زیادہ آج کل معاشرے میں فرض وواجب کے درجہ میں جو چیز پھیل گئی ہے وہ کونڈے ہیں، اگر آج کسی نے کونڈے نہیں کیے تو وہ (گویا کہ) مسلمان ہی نہیں نماز پڑھے

یا نہ پڑھے، روزے رکھے یا نہ رکھے، گناہوں سے بچے یا نہ بچے، لیکن کونڈے ضرور کرے۔ اور اگر کوئی شخص نہ کرے یا کرنے والوں کو منع کرے تو اُس پر لعنت اور ملامت کی جاتی ہے، خدا جانے یہ کونڈے کہاں سے نکل آئے؟ نہ قرآن وحدیث سے ثابت ہیں، نہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے، نہ تابعین رحہم اللہ تعالیٰ سے، نہ تبع تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ سے اور نہ بزرگانِ دینؒ سے، کہیں سے اِس کی کوئی اصل ثابت نہیں اور اِس کو اتنا ضروری سمجھا جاتا ہے کہ گھر میں دین کا کوئی دوسرا کام ہو یا نہ ہو لیکن کونڈے ضرور ہوں گے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اِس میں ذرا مزہ اور لذت آتی ہے، اور ہماری قوم لذت اور مزہ کی خوگر ہے، کوئی میلہ ٹھیلہ ہونا چاہیے اور کوئی حظِّ نفس (نفس کا مزہ) کا سامان ہونا چاہیے۔ اور ہوتا یہ ہے کہ جناب! پوریاں پک رہی ہیں، حلوہ پک رہا ہے اور اِدھر سے اُدھر جارہی ہیں، اور اُدھر سے اِدھر آرہی ہیں اور ایک میلہ لگا ہوا ہے، تو چونکہ یہ بڑے مزے کا کام ہے، اس واسطے شیطان نے اس میں مشغول کردیا کہ نماز پڑھو یا نہ پڑھو، وہ کوئی ضروری نہیں، مگر یہ کام ضرور ہونا چاہیے۔ بھائی! ان چیزوں نے ہماری اُمت کو خرافات میں مبتلا کردیا ہے ؎

حقیقت روایات میں کھوگئی   یہ اُمت خرافات میں کھوگئی

اس قسم کی چیزوں کو لازمی سمجھ لیا گیا اور حقیقی چیزیں پس پشت ڈال دی گئیں، اس کے بارے میں رفتہ رفتہ اپنے بھائیوں کو سمجھانے کی ضرورت ہے۔ اس لیے کہ بہت سے لوگ صرف ناواقفیت کی وجہ سے کرتے ہیں، ان کے دلوں میں کوئی عناد نہیں ہوتا، لیکن دین سے واقف نہیں، ان بیچاروں کو اِس کے بارے میں پتہ نہیں ہے وہ سمجھتے ہیں کہ جس طرح عید الضحیٰ کے موقع پر قربانی ہوتی ہے اور گوشت اِدھر سے اُدھر جاتا ہے، یہ بھی قربانی کی طرح کوئی ضروری چیز ہوگی، اور قرآن وحدیث سے اِس کا بھی کوئی ثبوت ہوگا، اس لیے ایسے لوگوں کو محبت، پیار اور شفقت سے سمجھایا جائے اور ایسی تقریبات میں خود شریک ہونے سے پرہیز کیا جائے''۔ (اصلاحی خطبات ج ۱ ص ۵۴، ۵۵)

گزشتہ تفصیل سے دلائل کے ساتھ معلوم ہوگیا کہ ۲۲؍ رجب کے کونڈے کرنا شرعاً جائز نہیں، ان میں شرکت کرنا اور کسی طرح سے لوگوں کو ترغیب دینا بھی گناہ ہے۔ اگر یہی مال جو کونڈوں کی رسم میں خرچ کیا جاتا ہے کسی صحیح دینی مصرف میں لگایا جائے تو دُنیا اور آخرت میں کامیابی حاصل ہو۔

۲۷؍ رجب کے منکرات اور رسمیں :

آج کل رجب کی ۲۷ ؍ تاریخ میں بے شمار ایسی چیزیں ہونے لگی ہیں جن کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں بلکہ بہت سی چیزیں شرعاً گناہ ہیں۔ پنجاب میں شبِ معراج شریف ستائیسویں رجب کو منائی جاتی ہے ،دِن کو حلوہ پوری پکایا جاتا ہے، رنگین کاغذوں کی جھنڈیاں لگائی جاتی ہیں ، رات کو آتش بازی چلائی جاتی ہے اور مٹی کی چھوٹی چھوٹی رکابیوں پر رنگین کاغذ منڈھے جاتے ہیں جن میں چراغ رکھ کر رات کو در و دیوار پر چراغاں کیا جاتا ہے۔ پنجابی میں اس رسم کو ''کول جلانا'' کہتے ہیں۔ جو شخص ان رسموں کی مخالفت کرے اُسے ''وہابی'' کا لقب دیا جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ عموماً ائمۂ مساجد جاہلوں کی اس گالی سے ڈر کر اُن کی مخالفت نہیں کرتے حالانکہ پہلی رسم کو عبادت سمجھنا بالکل فضول ہے دوسری، تیسری اور چوتھی میں تبذیر اور اسراف پایا جاتا ہے، جو شرعاً حرام ہے (خطباتِ حضرت لاہوریؒ ج ۱ ص ۱۷۹) اور اِس قسم کی چیزیں زیادہ تر اِس بنیاد پر انجام دی جارہی ہیں کہ ۲۷؍ رجب کے بارے میں مشہور ہوگیا ہے کہ یہ آپ ﷺ کی معراج کی تاریخ ہے اور عوام میں رجب کے مہینے کی ستائیسویں رات ہی کو قطعی اور حتمی طور پر شبِ معراج سمجھا جاتا ہے۔

۲۷؍ رجب اور شبِ معراج :

حالانکہ شبِ معراج کی تاریخوں، مہینوں بلکہ سالوں میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔ شبِ معراج کے مہینے کے بارے میں مختلف قول پائے جاتے ہیں : (۱) بعض کے نزدیک شبِ معراج ربیع الاول کے مہینے میں ہوئی (۲) بعض کے نزدیک ربیع الآخر کے مہینے میں ہوئی (۳) بعض کے نزدیک رجب کے مہینے میں ہوئی (۴) بعض کے نزدیک رمضان کے مہینے میں ہوئی (۵) بعض کے نزدیک شوال کے مہینے میں ہوئی۔

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ اپنی معرکۃ الآراء تفسیر ''معارف القرآن''

میں تحریر فرماتے ہیں :

امام قرطبیؒ نے اپنی تفسیر میں فرمایا کہ معراج کی تاریخ میں روایات بہت مختلف ہیں۔ موسیٰ بن عقبہ کی روایت یہ ہے کہ یہ واقعہ ہجرتِ مدینہ سے چھ ماہ قبل پیش آیا اور حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت خدیجہ اُم المؤمنین رضی اللہ عنہا کی وفات نمازوں کی فرضیت نازل ہونے سے پہلے ہو چکی تھی۔ امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت خدیجہ کی وفات کا واقعہ بعثت نبوی کے سات سال بعد ہوا ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ واقعہ معراج بعثت نبوی سے پانچ سال بعد میں ہوا ہے۔ ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ واقعہ معراج اُس وقت پیش آیا جبکہ اسلام عام قبائل عرب میں پھیل چکا تھا۔ اِن تمام روایات کا حاصل یہ ہے کہ واقعہ معراج ہجرت مدینہ سے کئی سال پہلے کا ہے۔ حربی کہتے ہیں کہ واقعۂ اسراء و معراج ربیع الثانی کی ستائیسویں شب میں ہجرت سے ایک سال پہلے ہوا ہے۔ اور ابن قاسم ذہبی کہتے ہیں کہ بعثت سے اٹھارہ مہینے کے بعد یہ واقعہ پیش آیا ہے۔ حضرات محدثین نے روایاتِ مختلفہ ذکر کرنے کے بعد کوئی فیصلہ کن چیز نہیں لکھی اور مشہور عام طور پر یہ ہے کہ ماہ رجب کی ستائیسویں شب، شبِ معراج ہے۔ واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم (معارف القرآن ج ۵ ص ۴۴۲ و ۴۴۳)

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم فرماتے ہیں :

۲۷ رجب کی شب کے بارے میں یہ مشہور ہو گیا ہے کہ یہ شبِ معراج ہے اور اِس شب کو بھی اِسی طرح گزارنا چاہیے جس طرح شبِ قدر گزاری جاتی ہے اور جو فضیلت شب قدر کی ہے، کم و بیش شب معراج کی بھی وہی فضیلت سمجھی جاتی ہے بلکہ میں نے تو ایک جگہ یہ لکھا ہوا دیکھا کہ ''شبِ معراج کی فضیلت شب قدر سے بھی زیادہ ہے'' اور پھر اِس رات میں لوگوں نے نمازوں کے بھی خاص خاص طریقے مشہور کر دیے کہ اِس رات میں اِتنی رکعات پڑھی جائیں اور ہر رکعت میں فلاں فلاں خاص سورتیں پڑھی جائیں۔ خدا جانے کیا کیا تفصیلات اِس نماز کے بارے میں لوگوں میں مشہور ہو گئیں۔ خوب سمجھ لیجیے!

یہ سب بے اصل باتیں ہیں، شریعت میں اِن کی کوئی اصل اور کوئی بنیاد نہیں۔

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ ۲۷؍رجب کے بارے میں یقینی طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ یہ وہی رات ہے جس میں نبی کریم ﷺ معراج پر تشریف لے گئے تھے کیونکہ اس باب میں مختلف روایتیں ہیں۔ بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ ربیع الاول کے مہینے میں تشریف لے گئے تھے، بعض روایتوں میں رجب کا ذکر ہے، اور بعض روایتوں میں کوئی اور مہینہ بیان کیا گیا ہے۔ اس لیے پورے یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ کون سی رات صحیح معنٰی میں معراج کی رات تھی جس میں آنحضرت ﷺ معراج پر تشریف لے گئے۔ اس سے آپ خود اندازہ کر لیں کہ اگر شبِ معراج بھی شبِ قدر کی طرح کوئی مخصوص رات ہوتی اور اس کے بارے میں کوئی خاص احکام ہوتے جس طرح شبِ قدر کے بارے میں ہیں تو اِس کی تاریخ اور مہینہ محفوظ رکھنے کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ لیکن چونکہ شبِ معراج کی تاریخ محفوظ نہیں تو اب یقینی طور سے ۲۷؍رجب کو شبِ معراج قرار دینا درست نہیں اور اگر بالفرض یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ آپ ﷺ ۲۷؍رجب ہی کو معراج کے لیے تشریف لے گئے تھے جس میں یہ عظیم الشان واقعہ پیش آیا اور جس میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو یہ مقام قرب عطا فرمایا، اور اپنی بارگاہ میں حاضری کا شرف بخشا، اور اُمت کے لیے نمازوں کا تحفہ بھیجا، تو بے شک وہی ایک رات بڑی فضیلت والی تھی۔ کسی مسلمان کو اس کی فضیلت میں کیا شبہہ ہو سکتا ہے؟ لیکن یہ فضیلت ہر سال آنے والی ۲۷؍رجب کی شب کو حاصل نہیں۔ پھر دوسری بات یہ ہے کہ (بعض روایتوں کے پیشِ نظر۔ ناقل) یہ واقعۂ معراج سن ۵؍نبوی میں پیش آیا۔ یعنی حضور ﷺ کے نبی بننے کے پانچویں سال یہ شب معراج پیش آئی جس کا مطلب یہ ہے کہ اس واقعہ کے بعد ۱۸؍سال تک آپ دنیا میں تشریف فرما رہے لیکن اِن اٹھارہ سال کے دوران یہ کہیں ثابت نہیں کہ آپ ﷺ نے شبِ معراج کے بارے میں کوئی خاص حکم دیا ہو، یا اِس کو منانے کا اہتمام فرمایا ہو، یا اِس کے بارے میں

یہ فرمایا ہو کہ اِس رات میں شب ِقدر کی طرح جاگنا زیادہ اجروثواب کا باعث ہے۔ نہ تو آپ کا ایسا کوئی ارشاد ثابت ہے، اور نہ آپ کے زمانے میں اس رات میں جاگنے کا اہتمام ثابت ہے، نہ خود حضور ﷺ جاگے اور نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اِس کی تاکید فرمائی اور نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے طور پر اس کا اہتمام فرمایا۔ پھر سرکارِ دوعالم ﷺ کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد (تقریباً) سو سال تک صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم دنیا میں موجود رہے، اِس پوری صدی میں کوئی ایک واقعہ ثابت نہیں ہے جس میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ۲۷ر رجب کو خاص اہتمام کر کے منایا ہو۔ لہٰذا جو چیز حضور اقدس ﷺ نے نہیں کی اور جو آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے نہیں کی، اُس کو دین کا حصہ قرار دینا یا اُس کو سنت قرار دینا یا اُس کے ساتھ سنت جیسا معاملہ کرنا بدعت ہے۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں (معاذ اللہ) حضور ﷺ سے زیادہ جانتا ہوں کہ کونسی رات زیادہ فضیلت والی ہے یا کوئی شخص یہ کہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے زیادہ مجھے عبادت کا ذوق ہے، اگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے یہ عمل نہیں کیا تو میں اِس کو کروں گا تو اُس کے برابر کوئی احمق نہیں۔ (اصلاحی خطبات ج ۱ ص ۴۸ تا ۵۱)

حقیقت یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین رحمہم اللہ اور تبع تابعین رحمہم اللہ دین کو سب سے زیادہ جاننے والے دین کو خوب سمجھنے والے اور دین پر مکمل طور پر عمل کرنے والے تھے۔ اب اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں اُن سے زیادہ دین کو جانتا ہوں یا اُن سے زیادہ دین کا ذوق رکھتا ہوں یا اُن سے زیادہ عبادت گزار ہوں تو حقیقت میں وہ شخص پاگل ہے، وہ دین کی فہم نہیں رکھتا۔ لہٰذا اِس رات میں عبادت کے لیے خاص اہتمام کرنا بدعت ہے۔ یوں تو ہر رات میں اللہ تعالیٰ جس عبادت کی توفیق دے دیں وہ بہتر ہی بہتر ہے۔ لہٰذا آج کی رات بھی جاگ لیں، کل کی رات بھی جاگ لیں، اسی طرح ستائیسویں رات کو بھی جاگ لیں، لیکن اِس رات میں اور دُوسری راتوں میں کوئی فرق اور کوئی نمایاں اِمتیاز نہیں ہونا چاہیے۔ (اصلاحی خطبات ج ۱ ص ۵۱،۵۲)

دینی مسائل

﴿ طلاق کا بیان ﴾

کن حالتوں میں طلاق ہوتی ہے اور کن میں نہیں ؟

1 - طلاق دینے کا اِرادہ ہو یا نہ ہو جب شوہر طلاق کے الفاظ منہ سے نکال دے تو طلاق واقع ہو جاتی ہے مثلاً شوہر کی طلاق دینے کی نیت نہ تھی لیکن بیوی کو ڈرانے کے لیے یا اُس سے مذاق کی خاطر اُس کو کہہ دیا کہ تجھے طلاق ہے تو طلاق واقع ہو جائے گی۔ عدالت کے نزدیک (یعنی قضاء میں) بھی اور دیانت میں (یعنی حقیقت میں اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک) بھی۔

اِس کی وضاحت یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اِرشاد فرمایا ثَلَاثٌ جِدُّھُنَّ جِدٌّ وَھَزْلُھُنَّ جِدٌّ یعنی تین چیزیں ایسی ہیں کہ وہ مراد ہوں یا نہ ہوں لیکن وہ واقع ہو جاتی ہیں، اُن میں سے ایک طلاق ہے۔ تو طلاق ایسی چیز ہے جو جب دی جائے خواہ طلاق کا واقعی اِرادہ ہو یا نہ ہو حقیقت اور نفس الامر میں واقع ہو جاتی ہے۔

2 - اگر شوہر کے منہ سے خطاء سے طلاق کے الفاظ نکل جائیں مثلاً شوہر کہنا چاہتا تھا کہ وہ پگلی ہے اور خطا سے وہ طلاقن ہے کے الفاظ نکل گئے تو چونکہ شوہر طلاق کے الفاظ کہنا نہیں چاہتا تھا اور وہ اپنی بات میں سچا ہو تو نفس الامر میں اور دیانت میں طلاق نہ ہوگی۔ لہٰذا اگر اِس سے تنہائی میں الفاظ نکل گئے ہوں اور خطاء کو سمجھتے ہوئے اس بات کو اپنے تک محدود رکھے اور بیوی کو اِس کا علم نہ ہونے دے تو دُرست ہے اور طلاق شمار نہ ہوگی۔ لیکن اگر اِس سے یہ الفاظ بیوی کے سامنے نکلے ہوں یا اِس تک پہنچ گئے ہوں یا عدالت تک پہنچا دیے گئے ہوں تو چونکہ قصداً کہنا یا خطاء سے کہنا ایک مخفی اَمر ہے جس تک براہِ راست رسائی اِنسانوں کے بس کی بات نہیں کیونکہ اِس کا تعلق نیت و اِرادہ سے ہے اور نیت کو جاننے کا سوائے اِس کے کوئی ذریعہ نہیں ہے کہ کہنے والا خود بتائے۔ لیکن یہاں یہ تہمت موجود ہے کہ آدمی نے قصداً و عمداً الفاظ کہے ہوں اور اَب اپنا نقصان محسوس کر کے بات بنا دی ہو کہ الفاظ اِس کے منہ سے خطاء سے نکل گئے ہیں۔ ظاہر الفاظ کے ہوتے ہوئے عدالت اِس تہمت

کو نظر اَنداز نہیں کر سکتی اِس لیے وہ مجبور ہوگی کہ ظاہر الفاظ کا اعتبار کر کے طلاق کے واقع ہونے کا حکم لگائے۔ اس طرح سے قضا میں یہ طلاق واقع ہوتی ہے۔عورت کا معاملہ بھی عدالت کا سا ہے اِس لیے وہ بھی اِس کو طلاق شمار کرنے پر مجبور ہوگی۔

3 - شوہر کو طلاق کے الفاظ کا مطلب معلوم نہ ہو لیکن وہ یہ الفاظ کہہ بیٹھے مثلاً کوئی عورت اپنے شوہر کو کہے کہ تم میرے سامنے یوں کہو تجھے طلاق ہے اور شوہر ایسا ہو کہ اُسے اِن الفاظ کا مطلب معلوم نہ ہو۔ شوہر لاعلمی میں یہ الفاظ کہہ دے تو دیانت میں طلاق واقع نہ ہوگی کیونکہ وہ اپنی جانب میں بیوی کو نکاح سے جدا کرنے کے الفاظ کہنا نہیں چاہتا تھا لیکن عدالت تک اگر یہ معاملہ جائے تو وہ اِس کو طلاق شمار کرنے پر مجبور ہوگی کیونکہ معنی و مطلب جاننا یا نہ جاننا مخفی اَمر ہے جس تک بندوں کی براہ راست رسائی ممکن نہیں۔

4 - کسی نے کوئی نشہ آور شے اپنے اختیار سے محض مزے کے لیے استعمال کی جس سے اِس کو نشہ آیا اور نشہ میں اِس نے طلاق دی تو طلاق واقع ہو جائے گی۔ یہ نشہ آور شے خواہ شراب ہو یا افیون ہو یا ہیروئن ہو یا بھنگ ہو سب کا ایک حکم ہے۔

مسئلہ : اگر کسی کو کوئی نشہ آور شے زبردستی یا دھوکے سے کھلا دی گئی ہو اور اِس سے نشہ میں طلاق دی تو طلاق واقع نہ ہوگی۔

مسئلہ : اگر کسی شخص نے کوئی نشہ آور دوا مثلاً اجوائن خراسانی بلا ضرورت استعمال کی اور اِس کا اثر دماغ پر ہوا اور نشہ آ گیا اور اِس نشہ میں بیوی کو طلاق دی تو :

(i) اگر استعمال کے وقت معلوم تھا کہ وہ کیا چیز ہے تو طلاق واقع ہو جائے گی۔

(ii) اور اگر استعمال کے وقت علم نہ تھا تو طلاق واقع نہ ہوگی۔

مسئلہ : البتہ اگر نشہ آور اشیاء کا استعمال دوا کے طور پر کیا لذت کے لیے نہیں کیا اور اِس سے نشہ طاری ہو گیا اور اِس حالت میں طلاق دی تو وہ واقع نہ ہوگی۔

مسئلہ : اِسی طرح اگر کسی مباح چیز مثلاً ورق رمان (انار کے پتوں) کے استعمال سے نشہ آ گیا اور طلاق دی تو یہ واقع نہ ہوگی۔(باقی صفحہ ١٥)

اخبار الجامعہ

﴿جامعہ مدنیہ جدید محمد آباد رائیونڈ روڈ لاہور﴾

سفر کنگن پور ضلع قصور :(از : محمد عامر اخلاق ، متعلم جامعہ مدنیہ جدید)

5 جون کو اللہ رب العزت نے بندہ عاجز پر مہربانی فرمائی کہ شیخ الحدیث حضرتِ اقدس مولانا سیّد محمود میاں صاحب دامت برکاتہم بندہ کے گاؤں کنگن پور ضلع قصور میں ختمِ قرآنِ پاک کی تقریب میں شرکت کے لیے تشریف لے گئے۔ بعد اَز نمازِ عصر حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب جامعہ مدنیہ جدید سے اپنے رُفقاء کے ہمراہ کنگن پور براستہ بائی پاس چونیاں کنگن پور مدرسہ جامعہ فاروقِ اعظمؓ کے لیے روانہ ہوئے اور رات آٹھ بجے مدرسہ فاروقِ اعظمؓ پہنچے جہاں جامعہ فاروقِ اعظمؓ کے مہتمم قاری محمد اشرف حامد صاحب اُن کے بیٹے مفتی محمد کفایت اللہ صاحب، حافظ محمد نعیم صاحب، مولوی محمد افضل صاحب اور دیگر حضرات حضرت کے استقبال کے لیے موجود تھے۔

حضرت نے ''سکول اور یونیورسٹیوں کی تعلیم اور دینی تعلیم میں کیا فرق ہے'' کے موضوع پر تفصیلی بیان فرمایا۔ آپ نے فرمایا کہ علمِ نبوی ﷺ ہی اصلی علم ہے اور سکول و کالج کی تعلیم ایک دُنیاوی فن ہے آج ہم اپنے اصلی مقصد کو چھوڑ کر دُوسری طرف لگے ہوئے ہیں جس کی وجہ سے ہم پستی کی طرف جا رہے ہیں اللہ ہم سب کو اِس پستی سے نکالے اور اپنے اَصلی مقصد کو سمجھنے اور اصلی علم یعنی علمِ نبوی کو اِخلاص کے ساتھ سیکھنے اور اُس پر عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائے، آمین۔

رات کے کھانے کے بعد مقامی حضرات میں میرے والد اخلاق احمد اور بھائی امتیاز احمد، اشتیاق احمد، اِرشاد احمد، اشفاق احمد، بھائی شکیل و بھائی جنید نیز جامعہ فاروقِ اعظمؓ کے طلباء کرام اور دیگر حضرات نے حضرت سے ملاقات کی۔ بعد اَزاں حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب قاری محمد اشرف حامد صاحب سے رُخصت ہو کر زیرِ تعمیر تبلیغی مرکز کنگن پور تشریف لے گئے جہاں مرکز کے ذمّہ دار جناب حافظ نعیم صاحب سے ملاقات ہوئی۔ مرکز کو دیکھ کر حضرت نے خوشی و مسرت کا اظہار کیا اور مرکز کی قبولیت کے لیے دُعاء فرمائی۔ بعد

اَزاں یہاں سے جامعہ صدیقیہ للبنات تشریف لے گئے جہاں جامعہ صدیقیہ للبنات کے مہتمم مولانا عبدالستار صاحب سے فاضل جامعہ مدنیہ جدید مولانا محمد تنویر صاحب اور دیگر حضرات نے حضرت کا استقبال کیا اور کچھ دیر گفت وشنید کے بعد حضرت نے جامعہ صدیقیہ للبنات کے لیے دُعاء فرمائی اور رات دس بجے واپس تشریف لے گئے اور تقریبًا رات دو بجے بخیریت گھر واپسی ہوئی، والحمدللہ۔

☆ ۸؍جون کو صبح ۱۰ بجے حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب نے مسلم سٹریٹ نمبر 6 اُکھاڑہ بوٹا مِل برانڈرتھ روڈ کی مسجد کا سنگِ بنیاد رکھا اور بعد اَزاں دُعا کرائی۔ اس مسجد کا نام ''**صراط الجنة**'' ہے سن ۱۹۵۱ء یا ۱۹۵۲ء میں بانی جامعہ حضرت اقدس مولانا سید حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کچھ عرصہ اِسی مسجد میں ذمہ دار رہے ہے، اب وہاں اہلِ محلّہ اور تاجر حضرات اِس مسجد کو شہید کر کے نئے سرے سے تعمیر کروا رہے ہیں، اللہ تعالیٰ آسان اور قبول فرمائے۔

☆ ۱۴؍جون کو جناب مولانا الیاس گھمن صاحب جامعہ مدنیہ جدید تشریف لائے اور حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب سے ملاقات کی اور بعد اَز مغرب جامعہ کے اساتذہ اور طلباء سے خطاب فرمایا۔

☆ ۱۴؍جون کو جامعہ مدنیہ جدید کے فاضل مولانا حمزہ مقبول صاحب امریکہ سے جامعہ مدنیہ جدید تشریف لائے اور حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب اور دیگر اساتذۂ کرام سے ملاقات کی اور کچھ روز یہاں قیام کیا بعد اَزاں واپس امریکہ تشریف لے گئے۔

☆ ۲۰؍جون کو حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب مدرسہ عربیہ کاشف العلوم کے مہتمم جناب قاری محمد یعقوب صاحب کی دعوت پر رَتی پنڈ تحصیل کوٹ رادھاکشن ضلع قصور کی جامع مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھانے کے لیے تشریف لے گئے۔

☆ ۲۳؍جون کو جناب حافظ رشید احمد صاحب شریفی کراچی سے تشریف لائے اور حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب سے ملاقات کی اور رات کا کھانا حضرت کے ساتھ تناول فرمایا۔

☆ ۲۸؍جون کو حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب مستورات کو حدیث شریف کا درس دینے کے لیے چوبرجی کواٹرز ملتان روڈ تشریف لے گئے۔

جامعہ مدنیہ جدید و مسجد حامدؒ
کی تعمیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیجیے

بانیٔ جامعہ حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمہ اللہ نے جامعہ مدنیہ کی وسیع پیمانے پر ترقی کے لیے محمد آباد موضع پاجیاں (رائیونڈ روڈ لاہور نزد چوک تبلیغی جلسہ گاہ) پر برلبِ سڑک جامعہ اور خانقاہ کے لیے تقریباً چوبیس ایکڑ رقبہ ۱۹۸۱ء میں خرید کیا تھا۔ جہاں الحمد للہ تعلیم اور تعمیر دونوں کام بڑے پیمانہ پر جاری ہیں۔ جامعہ اور مسجد کی تکمیل محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور اُس کی طرف سے توفیق عطاء کیے گئے اہلِ خیر حضرات کی دُعاؤں اور تعاون سے ہوگی۔ اِس مبارک کام میں آپ خود بھی خرچ کیجیے اور اپنے عزیز و اقارب کو بھی ترغیب دیجیے۔ ایک اندازے کے مطابق مسجد میں ایک نمازی کی جگہ پر دس ہزار روپے لاگت آئے گی، حسبِ استطاعت زیادہ سے زیادہ نمازیوں کی جگہ بنوا کر صدقۂ جاریہ کا سامان فرمائیں۔

منجانب

سیّد محمود میاں مہتمم جامعہ مدنیہ جدید و اَراکین اور خدام خانقاہ حامدیہ

خطوط، عطیات اور چیک بھیجنے کے پتے

1۔ سیّد محمود میاں ''جامعہ مدنیہ جدید'' محمد آباد 19 کلومیٹر رائیونڈ روڈ لاہور

فون نمبر : 5330310 - 42 - 092 - 5330311 - 42 - 092

2۔ سیّد محمود میاں ''بیت الحمد'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور

فون نمبر : 7726702 - 42 - 092 - 7703662 - 42 - 092

موبائل نمبر 4249301 - 0333

جامعہ مدنیہ جدید کا اکاؤنٹ نمبر 0-7915 مسلم کمرشل بینک کریم پارک برانچ (0954) لاہور (آن لائن)

مسجد حامد کا اکاؤنٹ نمبر 1-1046 مسلم کمرشل بینک کریم پارک برانچ (0954) لاہور (آن لائن)